'حرمینِ شریفین پر متسلط نجدیوں کی چند بے باکیاں'
'حقائق و واقعات کے آئینہ میں'

مصنف
محمد عاطف رمضان سیالوی

JANNATUL MOALA BEFORE DESTRUCTION
MACCA

Abwa Sharif

دربار مارکیٹ ۔ لاہور

حرمینِ شریفین میں متسلط نجدیوں کی چند بے باکیاں
حقائق و واقعات کے آئینہ میں

مصنف

محمد عاطف رمضان سیالوی

زاویہ پبلشرز

(8-C محی الدین بلڈنگ) داتا دربار مارکیٹ، لاہور

فون: 042-37248657

موبائل: 0300-9467047 - 0300-4505466

Email:zaviapublishers@yahoo.com

2012ء

باراول..................1100

ہدیہ **220**

زیرِ اہتمام...............نجابت علی تارڑ

﴿لیگل ایڈوائزرز﴾

محمد کامران حسن بھٹہ ایڈووکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 0300-8800339

رائے صلاح الدین کھرل ایڈووکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 0300-7842176

﴿ملنے کے پتے﴾

اسلامک بک کارپوریشن کمیٹی چوک راولپنڈی 051-5536111

احمد بک کارپوریشن کمیٹی چوک راولپنڈی 051-5558320

مکتبہ بابا فرید چوک چٹی قبر پاکپتن شریف 0301-7241723

مکتبہ قادریہ پرانی سبزی منڈی کراچی 0213-4944672

مکتبہ برکات المدینہ بہادر آباد کراچی 0213-4219324

مکتبہ غوثیہ ہول سیل کراچی 0213-4926110

مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی 0213-2216464

مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد 041-2631204

مکتبہ العطاریہ لنک روڈ صادق آباد 0333-7413467

مکتبہ سخی سلطان حیدر آباد 0321-3025510

مکتبہ قادریہ سرکلر روڈ گوجرانوالہ 055-4237699

مکتبہ المجاہد بھیرہ شریف 048-6691763

رانل بک کمپنی کمیٹی چوک اقبال روڈ راولپنڈی 051-5541452

مکتبہ فیضان سنت بوہڑ گیٹ ملتان 0306-7305026

مکتبہ غوثیہ عطاریہ اوکاڑہ 0321-7083119

فہرست

❀❀❀

پیش لفظ

راقم الحروف کو بحمد اللہ تعالیٰ دو بار حرمین شریفین (زادھما اللہ تعالیٰ تشریفا و تکریما) حاضری کی سعادت نصیب ہوئی ہے (خدایا ایں کرم بار دگر کن) اس مبارک سفر میں جو ظاہری، باطنی، روحانی اور قلبی فیوض و برکات کا مشاہدہ ہوا ہے زبان اُن کے بیان سے اور قلم اُن کے احاطہ سے قاصر ہے۔ بالخصوص حاضری بارگاہِ سرورِ کونین ﷺ سے جو روحانی توجہات، انعامات و اکرامات نصیب ہوئے ان کا ادراک تو کچھ وہی بندہ ہی کر سکتا ہے جسے اُس بارگاہ کی ادب، تعظیم اور رقت قلبی سے حاضری نصیب ہوئی ہے۔ سرکار اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے امتیوں، غلاموں اور مہمانوں کو کس قدر اپنے جود و نوال، عطا و بخشش، عنایات و توجہات سے نوازتے ہیں۔ اس کا حظ پڑھنے سے نہیں بلکہ مشاہدہ کرنے سے ہے۔ اور کیوں نہ ہو، اگر ماں کے پاس اس کا بیٹا دور دراز کا سفر کر کے، شب و روز کی مشقت برداشت کر کے جائے تو ماں نہ جانے اُس سے کس قدر انداز محبت سے پیش آتی ہے اور کس قدر اُس کے لیے انتظام و انصرام کرتی ہے۔ سو اگر ماں کا اپنے بیٹے کے ساتھ رحمت، شفقت، محبت اور عنایت کا یہ معاملہ ہے تو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنے غلاموں اور امتیوں سے کس قدر رحمت، عنایت اور محبت کا معاملہ ہوگا جن کو اللہ رب العالمین نے رحمۃ للعالمین بنایا جن کے سرانور پر "بالمومنین رؤف رحیم" کا تاج رفعت سجایا ہے۔ جن کو "عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم" کی صفات سے

موصوف کیا۔ جن کی زبان اقدس سے شب کی تنہائیوں میں یہ دعائے دل گداز پوری شان استجابت سے نکلتی "اللھم اغفر لامتی. اللھم اغفر لامتی" سوایسے مہربان، مشفق، کریم آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے آنے والے غلاموں اور مہمانوں کا کس قدر اکرام واعزاز فرماتے ہوں گے؟ اس پر قرآن مجید کی یہ آیت واضح دلیل ہے:

وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ

(الانعام: ۵۴)

ترجمہ: "(اے محبوب) جب آپ کے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں تو آپ اُن سے فرمائیں کہ تم پر سلام ہو، تمہارے رب نے اپنی ذات پر رحمت کو لازم کرلیا ہے۔"

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی اور صاحبانِ مشاہدہ بیان کرتے ہیں کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ظاہری حیات طیبہ کی طرح آج بھی یہ معمول، سنت اور طریقہ ہے کہ آپ کا جو امتی آپ کی بارگاہِ عالی میں حاضر ہوتا ہے تو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام امتی کے سلام سے پہلے اُسے سلام فرماتے ہیں۔ نیز قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۸﴾ (الحجر: ۸۸)

ترجمہ: "اور (اے محبوب) مومنین کے لیے اپنے رحمت کے پر بچھادیں۔"

اور حدیث پاک میں ہے:

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما. قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "من زار قبری وجبت لہ شفاعتی"

(سنن دار قطنی جلد ۲ صفحہ ۲۴۴، رقم الحدیث: ۲۶۶۹، شعب الایمان، رقم الحدیث: ۴۱۵۹، مجمع الزوائد، جلد ۴ صفحہ ۲)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جس نے میری قبر (انور) کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہے۔''

نیز حدیث پاک میں ہے:

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من جاء نی زائرا لا یعمله حاجة الا زیارتی کان حقا علی ان اکون له شفیعا۔

(المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث: ۱۳۱۴۹، مجمع الزوائد: جلد ۴ صفحہ ۲)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص میری زیارت کے لیے آیا اور اُس کو میری زیارت کے سوا اور کوئی کام نہ تھا تو مجھ پر اس کا حق ہے کہ میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں۔''

یہ ایک رخ ہے جس کو بیان کرنے کے لیے دفاتر ناکافی ہیں۔ اس کا دوسرا رخ انتہائی دل دوز، اور قلب گداز ہے اور وہ یہ کہ حرمین شریفین کی عنان تولیت اور زمام انتظام و انصرام اُن لوگوں کے ہاتھوں میں ہے جو عقائد، افکار اور نظریات میں پوری شدت کے ساتھ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے پیروکار ہیں۔ اس محمد بن عبدالوہاب نجدی کے عقائد کیا ہیں؟ اس کا انبیاء، اولیاء بالخصوص حضور نبی مکرم ﷺ کے متعلق گستاخی، بے ادبی اور توہین و تنقیص کا رویہ کیا ہے؟ اس پر تقریباً دو صدی سے عرب و عجم کے مشاہیر علماء نے بہت کام کیا ہے۔ علامہ شامی سے لے کر

اعلیٰ حضرت، مفتی نعیم الدین مراد آبادی اور تا ہنوز سینکڑوں علماء نے ان کے عقائد کی بڑی شدت کے ساتھ تردید کی، تحریر و تقریر کے ذریعے اس فتنہ کے استیصال، سرکوبی اور بیخ کنی کی کوششیں کیں۔ اور متفقہ طور پر اس جماعت اور گروہ کو خوارج قرار دیا جس کے متعلق مخبر صادق ﷺ نے تمام علامات کے ساتھ خبریں دیں۔ زیرنظر کتاب میں اُن تمام عقائد و نظریات کی دو وجہ سے تردید مقصود نہیں ایک تو طوالت کا خوف دامن گیر ہے دوسرا یہ کہ اس پر بحمد اللہ تعالیٰ اہلِ سنت کی طرف سے بہت کام ہو چکا ہے۔ لہٰذا اس کتاب میں صرف ان اقوال و افعال کی تردید مقصود ہے جو راقم الحروف نے اپنی ان دو حاضریوں میں سنے اور دیکھے ہیں۔ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا ہے کہ مالک جل مجدہٗ پوری دیانت داری سے حق اور سچ بیان کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ اور اس کتاب کو تا قیامت فیض آفرین اور موجب ہدایت و استقامت بنائے۔ آمین یارب العالمین بجاہ النبی الکریم الامین۔

محمد عاطف رمضان سیالوی
غفر اللہ المولی الغفور القدیر لہ
0301-7698701

❀❀❀

بسم اللہ الرحمن الرحیم

احمد اللہ اولا. حمدا کثیرا متوالیا. واصلی و اسلم علی رسلہ ثانیا صلاۃ تستغرق مع سید البشر سائر المرسلین و علی الہ الطیبین الاکرمین و اصحابہ الکاملین والواصلین۔ اما بعد۔

سرزمین عرب وہ مقدس، مبارک اور پاکیزہ زمین ہے جہاں سے اسلام کا نور آفاق عالم میں پھیلا، جس سرزمین کو اللہ رب العزت نے اپنے حبیب اکبر، سید الانبیاء والمرسلین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے مولد، مبعث اور مدفن کیلیے منتخب فرمایا۔ جس خطہ مقدس کی طرف پوری دنیا سے مسلمانانِ عالم عقیدت و محبت، ادب و تعظیم کے جذبات سے کشاں کشاں حاضر ہوتے ہیں۔ جہاں قدسیانِ فلک اور انوار و تجلیاتِ الٰہیہ کا نزول ہوتا ہے۔ جس مبارک زمین نے تاجدار کائنات ﷺ کے قدمین شریفین بلکہ پورے وجود مسعود کے بوسے لیے، جس کی فضا نے محبوب کی معطر و معنبر خوشبو، پر از علوم پر از حکمت و معرفت فرامین کو اپنے سینے میں محفوظ کیا۔ یہی تو وہ نسبت ہے جس نسبت کی وجہ سے اللہ رب العزت اس سرزمین کے بلد مکرم، شہر مکہ کی قسم قرآن میں ارشاد فرمائی:

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝١ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝٢ (البلد: ۲-۱)

ترجمہ: ''میں اس شہر (مکہ) کی قسم کیوں نہ ارشاد فرماؤں کہ جس شہر میں محبوب تم رہتے ہو۔''

قارئین! اندازہ فرمائیں کہ شہر مکہ میں بڑے مقدس مقامات اور مشاہد ہیں، کعبۃ اللہ ہے، مقام ابراہیم ہے، صفا و مروہ کی پہاڑیاں ہیں۔ میدانِ عرفات، میدانِ منیٰ، میدانِ مزدلفہ ہے۔ اللہ رب العزت نے اس بلدِ مکرم کی قسم ان تمام نسبتوں میں سے کسی نسبت کے ساتھ نہیں فرمائی بلکہ ایک ہی نسبت کے ساتھ قسم ارشاد فرمائی اور وہ یہ کہ اس شہر اور اس سرزمین کو وجود مصطفیٰ کریم ﷺ کے لمس کی نعمت نصیب ہے۔ سو معلوم ہوا کہ حضور نبی مکرم ﷺ کے ساتھ محبت کا تقاضہ یہ ہے کہ سرکار اقدس علیہ السلام کی نسبتوں سے بھی محبت کی جائے اس سرزمین کے گلی کوچوں سے اور بالخصوص اس سرزمین کے رہنے والوں سے بھی محبت کی جائے۔ احادیث میں واضح طور پر تصریح ہے کہ جو بندہ حضور اقدس علیہ السلام سے تو محبت کا دعویٰ کرے لیکن اس سرزمین کے باسیان اور اہلیان سے محبت نہ کرے تو اس کا دعویٰ محبت ناقص اور کمزور ہے۔ چنانچہ حدیث پاک میں ہے:

عن سلمان، قال: قال لی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "یا سلیمان لا تبغضنی، فتفارق دینك۔" قلت: یا رسول الله کیف ابغضك، و بك هدانی الله؟ قال: "تبغض العرب فتبغضی۔"

(سنن الترمذی، کتاب: المناقب، باب: فضل العرب، رقم الحدیث: ۳۹۲۷، دار المعرفہ بیروت) (مسند احمد، جلد ۹ صفحہ ۲۱۸، رقم الحدیث: ۲۴۳۷۴، المستدرک، رقم الحدیث: ۷۰۸۸)

ترجمہ: ''حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: اے سلمان مجھ سے بغض نہ رکھنا ورنہ تمہارا دین ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔ میں نے عرض کی، یا رسول اللہ! میں آپ سے کیسے بغض رکھ سکتا ہوں جب کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کے وسیلہ سے ہدایت دی ہے؟ فرمایا: اگر تو عرب سے بغض رکھے گا تو یہی مجھ سے بغض رکھنا ہے۔''

حدیث سے معلوم ہوا کہ اہلِ عرب کا معاملہ اس قدر نازک ہے کہ ان سے محبت، حضور اقدس علیہ السلام سے محبت ہے اور اُن سے بغض و عداوت، خود حضور اقدس علیہ السلام سے بغض و عداوت ہے۔ ایک اور حدیث میں سرکارِ اقدس علیہ السلام نے اہلِ عرب کے حق عظمت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی الله تعالٰی علیه وسلم: "مَنْ غَشَّ الْعَرَبَ لَمْ يَدْخُلْ فِيْ شفاعتي."

(سنن الترمذی، کتاب: المناقب، باب: فضل العرب، رقم الحدیث: ۳۹۲۸ دار المعرفہ بیروت) (مسند احمد، جلد ۱ صفحہ ۲۲۱، رقم الحدیث: ۵۲۹، دار الکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: ''حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے عرب کو دھوکا دیا وہ میری شفاعت میں داخل نہیں ہوگا۔''

اور خاص اہلِ مدینہ جن کو حضور اقدس علیہ السلام کا جوار، پڑوس اور قرب نصیب ہے کے متعلق ارشاد مصطفیٰ کریم ﷺ ہے:

عن سعد بن ابی وقاص، قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من اراد اھل المدینۃ بسوء اذابہ اللہ کما یذوب الملح فی الماء۔

(صحیح مسلم، کتاب: الحج، باب: من اراد اھل المدینۃ بسوء اذابہ اللہ، رقم الحدیث: ۳۳۶۱، دارالکتب العربی بیروت)(سنن ابن ماجہ: ۳۱۱۴، مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۲۷۹، صحیح ابن حبان: ۳۷۴۷)

ترجمہ: ''حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
''جس نے اہلِ مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کیا، اللہ اس کو اس طرح پگھلا دے گا جس طرح نمک پانی میں پگھلتا ہے۔''

نیز ارشادِ گرامی ہے:

عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "من اخاف اھل المدینۃ اخافہ اللہ۔"

(صحیح ابن حبان، کتاب: الحج، صفحہ ۱۰۲۵، رقم الحدیث: ۳۷۳۸، مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۳۵۴، صفحہ ۳۹۳)

ترجمہ: ''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے اہلِ مدینہ کو خوف زدہ کیا اللہ تعالیٰ اُس کو خوف میں مبتلا کرے گا۔''

معلوم ہوا کہ حضور نبی مکرم ﷺ کی نسبت کی وجہ سے اہلِ عرب بالعموم اور اہلِ مدینہ بالخصوص اس کرامت و بزرگی کے مستحق ہیں کہ ان سے بغض و عداوت نہ رکھی جائے، ان سے اظہارِ نفرت نہ کیا جائے، ان کو دھوکا نہ دیا جائے، اُن کو ہراساں، خوف زدہ نہ کیا جائے اور ان کے ساتھ کسی بھی قسم کا برائی کا ارادہ نہ کیا

جائے۔لیکن یہ بات ذہن نشین رہے کہ یہ شرف، فضیلت اور بزرگی صرف ان اہلِ عرب اور اہلِ مدینہ کے لیے ہے جن کے دلوں میں نورِ ایمان ہے۔ جن کے دلوں میں محبت مصطفیٰ کریم ﷺ کی شمع فروزاں ہے۔ جو حضور اقدس علیہ السلام کا ذکر ادب و تعظیم سے کرتے ہیں۔ جو حضور نبی کریم ﷺ کے خداداد کمالات، معجزات، علوم و معارف اور تصرفات و اختیارات کے معترف ہیں۔ جو سرکارِ دو عالم ﷺ کی عظمت شان میں توہین و تنقیص نہیں کرتے۔ ایسے اہلِ عرب اور اہلِ مدینہ یقیناً اس قابل ہیں کہ اُن کے جوتے بھی ہمارے سروں کے تاج ہوں کہ انہیں محبوب کریم علیہ السلام کے شہر دلنواز میں آپ کا پڑوس نصیب ہے۔لیکن اس کے برعکس جن لوگوں کے دل نورِ ایمان سے خالی ہوں، جن کے دل، محبت مصطفیٰ ﷺ ادب و تعظیم مصطفیٰ ﷺ سے خالی ہوں۔ جن کے سینے حضور نبی مکرم ﷺ کے کمالات، معجزات، علوم و معارف، اور تصرفات و اختیارات کو ماننے سے تنگ پڑیں، جو اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر سننا تک گوارا نہ کریں، جو حضور اقدس علیہ السلام کی حیات برزخیہ، منصب شفاعت، وسعت علمی اور خداداد اختیارات کا انکار کریں۔ جن کے نزدیک حضور اقدس علیہ السلام کی طرف متوجہ ہونا حرام بلکہ شرک اکبر قرار پائے۔ جو لوگوں کے چہرے مکین گنبد خضرا سے پھرا کر آپ کی پشت کروائیں۔ جو تعظیم رسول کے قائل نہ ہوں۔ جن کے نزدیک حضور نبی کریم علیہ السلام اسی طرح بے فیض اور بے نفع ہیں جس طرح ایک بے جان بت بے فیض اور بے نفع ہے۔ جو حضور اقدس کی قبر انور کی زیارت کی نیت، زنا کے برابر قرار دیں۔ جنہوں نے تمام مقاماتِ مقدسہ، اماکن متبرکہ کو چن چن کے ختم کیا ہو، اور اہلِ بیت عظام و صحابہ کبار کی قبروں کو مسمار کیا ہو اور پوری امت رسول کو کافر و مشرک قرار دے کر مباح الدم قرار دیا ہو۔ کیا ایسے لوگ بھی اس کرامت اور شرف کے مستحق ہیں۔ جو احادیث میں اہلِ عرب کے۔

وارد ہیں؟ یوں تو پھر ابو جہل، ابولہب وغیرہ بھی عربی ہیں تو کیا محض عربی ہونے کی وجہ سے ان کی بھی تعظیم و توقیر کی جائے گی؟ یقیناً نہیں، کیونکہ وجہ یہ ہے کہ انہوں نے حضور نبی مکرم ﷺ جو محور ایمان اور مرکز دین ہیں سے اپنا تعلق کاٹ لیا۔ سو جب انہوں نے اس سرکار سے ہی اپنا تعلق کاٹ لیا جن کے دم قدم سے یہ ساری بہاریں ہیں جن کی وجہ سے اہلِ عرب اُس کرامت و بزرگی کے مستحق ہیں تو ان کے ساتھ ہمارا محبت و تعظیم کا تعلق کس طرح ہو سکتا ہے؟ یہی معیار اور کسوٹی ہے اہلِ عرب کی تعظیم و تکریم کی، جس کے دل میں سرکارِ اعظم علیہ السلام کی محبت ہو گی اور آپ کے ساتھ ایمانی، حبی اور قلبی نسبت ہو گی وہ ہمارا امام، مقتدار اور پیشوا ہے اور اس کی قدم بوسی بھی ہمارے لیے باعث سعادت ہے بلکہ عشاق تو اس راہ کے کتوں کا بھی ادب کرتے ہیں چنانچہ مولانا جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

نسبت خود بسگت کردم و بس منفعلم

زاں کہ نسبت بسگ کوئے تو شد بے ادبی

ترجمہ: "میں اپنی نسبت آپ کے کتے کی طرف کرتا ہوں اور اس پر بھی شرمندہ ہوں کیونکہ آپ کی گلی کے کتے کی طرف بھی نسبت کرنا بے ادبی ہے۔"

اور جس کا دل حب رسول، اور تعظیم رسول علیہ السلام سے خالی ہو وہ خواہ عرب کا رہنے والا ہو وہ کسی بھی تعظیم و توقیر، اور شرف و کرامت کا مستحق نہیں بلکہ وہ قابلِ نفرت اور قابلِ مذمت ہے۔ ذیل میں چند واقعات جو راقم الحروف کی آپ بیتی اور مشاہدہ ہے سپردِ قلم کرتا ہوں جس سے آپ خود اندازہ لگا لیں گے کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے پیروکار بغضِ رسول میں کس حد تک پہنچ چکے ہیں۔

نجدیوں کی بے باکی کا پہلا واقعہ

26-04-2008 بروز ہفتہ

یہ وہ مبارک اور بابرکت دن ہے جس دن راقم الحروف کو بارگاہ سرورِ کونین ﷺ میں پہلی حاضری نصیب ہوئی۔ اس دن کے انتظار میں نہ جانے کتنی دعائیں مانگیں۔ آنکھوں سے اشک رواں کے کتنے دریا جاری ہوئے۔ کس قدر ماہی بے آب کی طرح تڑپا۔ میری خوشی اور مسرت، فرحت اور شادمانی کا کون اندازہ کر سکتا تھا کہ آج مجھے اپنے محبوب اپنے کریم آقا علیہ السلام کی بارگاہ کی حاضری نصیب ہونی ہے۔ اس صبح جانفزا پہ ہزاروں عید کی خوشیاں قربان ہوں۔ جذب و شوق، عقیدت و محبت کے جذبات کے ساتھ سوئے مدینہ روانہ ہونے کے لیے گاڑی میں بیٹھا اور اپنے موبائل پر اعلیٰ حضرت کا یہ کلام اونچی آواز سے چلایا۔

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے اب کعبے کا کعبہ دیکھو

شومئ قسمت سے ہماری گاڑی کا ڈرائیور نجدی تھا اُس نے بڑے سخت، نفرت آفریں لہجے میں پوچھا۔ ماھذا؟ یہ کیا ہے؟ میں نے جواب دیا۔ نعت رسول اللہ ﷺ۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی نعت ہے۔ یہ سننا تھا کہ اُس نجدی کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ یوں معلوم ہوا جیسے اس کی آنکھوں سے ابھی خون اتر پڑے گا۔ غصے میں بھرا کر کہنے لگا۔ لا یجوز. حرام. ان کی نعت سننا جائز نہیں، حرام ہے۔

اسی پر بس نہ کیا بلکہ بھری سڑک پر چلتی گاڑی روک کر کہنے لگا کہ پہلے اس نعت کو بند کرو، پھر گاڑی چلاؤں گا۔ راقم الحروف کا خیال یہ تھا کہ اس مبارک سفر میں اپنے آپ کو بحث وتمحیص سے بچانا ہے۔ اس خیال سے کوئی بحث وغیرہ نہ کی لیکن جب تک اس نے نعت بند نہ کروائی اُس نے گاڑی نہ چلائی۔

تبصرہ

حضور نبی مکرم ﷺ کی نعت کے متعلق یہ رویہ صرف اُس فردِ واحد کا نہیں بلکہ جمیع وہابیوں اور نجدیوں کا نعت کے متعلق یہی طرزِ عمل ہے۔ انہیں جتنی نفرت، جتنا بغض اور جتنی عداوت محافل میلاد اور حضور اقدس علیہ السلام کی نعت کے ساتھ ہے، اتنی نفرت اور عداوت نہ انہیں حیا سوز ہیجان خیز فلموں کے ساتھ ہے اور نہ ہی بے حیائی پہ مشتمل گانوں کے ساتھ ہے اور یہ کوئی جذباتی یا تعصب پہ مشتملِ دعویٰ نہیں بلکہ جن لوگوں کو حرمین شریفین کی حاضری نصیب ہوئی ہے وہ میرے اس دعویٰ کی پوری پوری تائید وتصدیق کریں گے۔ چنانچہ راقم کا مشاہدہ ہے کہ مارکیٹوں اور ہوٹلوں میں برسرعام انڈیا کی فلمیں اور گانے لگے ہوتے ہیں جنہیں کوئی منع کرنے والا نہیں۔ لیکن محفلِ میلاد ایک ایسا عظیم جرم اور ناقابلِ معافی جرم ان وہابیوں کے نزدیک ہے کہ جو بھی اس کا انعقاد کرے گا اُس کی سزا خروج سے کم نہیں۔ اور یہ سبق انہوں نے اپنے معنوی وروحانی باپ محمد بن عبدالوہاب نجدی سے سیکھا ہے۔ چنانچہ علامہ ابی حامد مرزوق، محمد بن عبدالوہاب نجدی کے عقائد اور اس کے چند مذموم افعال کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

كان محمد بن عبدالوهاب ينهى عن الصلاة عن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يتاذى من

سماعها۔ و ينهى عن الاتيان بها ليلة الجمعة و
عن الجهر بها على المنائر. يوذی من يفعل ذلك و
يعاقبه اشد العقاب حتى انه قتل رجلا اعمٰى
كان موذنا صالحا ذا صوت حسن. نهاه عن الصلاة
على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فی المنارة
بعد الاذان فلم ينته فامر بقتله فقتل. ثم قال
ان الربابة فی بيت الخاطئة يعنی الزانية اقل اثما
ممن ينادی بالصلاة على النبي صلى الله تعالى
عليه وسلم فی المنائر. واحرق دلائل الخيرات
وغيرها من كتب الصلوٰة على النبي صلى الله
تعالى عليه وسلم۔ الخ

(التوسل بالنبی وجھلۃ الوہابیین، صفحہ ۲۴۴)

ترجمہ: ''محمد بن عبدالوہاب، نبی مکرم ﷺ پر درود پڑھنے سے منع کرتا تھا اور درود سننے سے اسے اذیت ہوتی تھی اور جمعہ کی رات کو خصوصاً درودشریف پڑھنے سے منع کرتا اور جو شخص درودشریف پڑھتا، اس کو سخت ایذا دیتا، اور اس سے سخت معاقبہ کرتا یہاں تک کہ اس نے ایک صالح اور نابینا موذن کو جس کی آواز بہت خوبصورت تھی، درود پاک سے منع کیا لیکن وہ نہ رکا تو اس نے اس موذن کو قتل کروا دیا، اور کہتا تھا کہ مسجد کے میناروں میں حضور نبی اکرم ﷺ پر درودشریف پڑھنے کا گناہ ایک فاحشہ کسبیہ کے گھر مزامیر بجانے سے زیادہ ہے۔ اور اس نے درود

شریف کی عام کتابوں اور بالخصوص دلائل الخیرات کو جلوادیا۔''
یہی بات مکہ معظمہ کے بہت بڑے مفتی، سید احمد زینی دحلان مکی شافعی متوفی ۱۳۰۴ھ، نے اپنی کتاب ''خلاصۃ الکلام فی امراء البلد الحرام صفحہ ۳۲۹-۳۲۸''میں بیان کی۔ تائید مزید کے لیے ایک حوالہ مسلک دیوبند کے ناقوس اعظم، حسین احمد ٹانڈوی کا بھی ملاحظہ کریں:

''صاحبو! محمد بن عبدالوہاب نجدی ابتدا تیرھویں صدی نجد عرب سے ظاہر ہوا اور چونکہ یہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا، اس نے اہل سنت والجماعت سے قتل وقتال کیا، ان کو بالجبر اپنے خیالات باطلہ کی تکالیف دیتا رہا، ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھا گیا۔ ان کے قتل کرنے کو باعث ثواب و رحمت شمار کرتا رہا۔ اہلِ حرمین کو خصوصاً اہلِ حجاز کو عموماً اس نے تکلیف شاقہ پہنچائیں۔ سلف صالحین اور اتباع کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ استعمال کیے۔ بہت سے لوگوں کو بوجہ اس کی تکلیف شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا اور ہزاروں آدمی اس کے اور اس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہوئے اور الحاصل وہ ایک ظالم اور باغی، خونخوار، فاسق شخص تھا۔ اسی وجہ سے اہلِ عرب کو خصوصاً اس کے اور اس کے اتباع سے دلی بغض تھا اور ہے اور اس قدر ہے کہ اتنا قوم یہود سے ہے نہ قوم نصاریٰ سے نہ مجوس سے نہ ہنود سے...... الٰی ...... وہ لوگ یہود و نصاریٰ سے اس قدر رنج و عداوت نہیں رکھتے تھے جتنی کہ وہابیہ سے رکھتے ہیں......

الیٰ ... زیارت رسول مقبول ﷺ و ملاحظہ روضہ مطہرہ کو یہ طائفہ بدعت، حرام وغیرہ لکھتا ہے۔ اس نیت سے سفر کرنا محظور اور ممنوع جانتا ہے۔ لاتشدوا الرحال الا الیٰ ثلثة مساجد ان کا مستدل ہے۔ بعض ان میں سے سفر زیارت کو معاذ اللہ تعالیٰ زنا کے درجہ تک پہنچاتے ہیں۔ اگر مسجد نبوی میں جاتے ہیں تو صلوۃ وسلام ذات اقدس نبوی نہیں پڑھتے اور نہ اس طرف متوجہ ہو کر دعا وغیرہ مانگتے ہیں...... الیٰ...... وہابیہ نفس ذکر ولادت حضور سرورِ کائنات علیہ السلام کو قبیح و بدعت کہتے ہیں۔" (شہاب ثاقب، صفحہ ۴۵، ۴۶، ۶۷)

ایک حوالہ ہند کے امام الوہابیہ "اسماعیل دہلوی" کا بھی ملاحظہ کریں:

"کسی بزرگ کی تعریف میں زبان سنبھال کر بولو اور جو بشر کی سی تعریف ہو سو ہی کرو سو اس میں بھی اختصار کرو۔"

(تقویۃ الایمان صفحہ ۵۲، ۱۸۱، کتب خانہ مجیدیہ)

صاحب تقویۃ الایمان کے نزدیک "بزرگ" کا اطلاق انبیاء واولیاء سب پہ ہے۔ لہٰذا بقول اُس کے جب انبیاء واولیاء کا ذکر خیر ہو تو اُن کی تعریف ایک عام بشر کی طرح کرنی چاہیے بلکہ اُس تعریف میں بھی کمی کرنی چاہیے۔

یہاں تک قارئین پر خوب واضح ہو چکا ہے کہ نجدیوں، وہابیوں کا درود و سلام، محافل میلاد اور ذکر مصطفیٰ کریم ﷺ کے متعلق طرزِ عمل کس قدر نفرت اور بغض وعداوت پر مبنی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہابیوں کی مساجد میں ہر موضوع پر خطبات و مواعظ ہوتے ہیں۔ توحید کے متعلق، تقویٰ وطہارت کے متعلق، اعمالِ صالحہ کے متعلق خطاب ہوتے ہیں ان کی مساجد میں اگر کسی موضوع پر خطاب نہیں ہوتا تو

عظمت وشان مصطفی ﷺ پر نہیں ہوتا۔ حضور اقدس علیہ السلام کے خداداد علم عظیم اور سلطنت وسیع کے متعلق نہیں ہوتا۔ وہابی مرجائے گا لیکن کبھی اس حدیث "علمت ما فی السموٰت والارض" (یعنی جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے میں سب جانتا ہوں) کو بیان نہیں کرے گا۔ حالانکہ یہ حدیث ترمذی میں ہے اور سند بھی صحیح ہے۔ اسی طرح یہ حدیث کبھی نہیں بیان کرے گا کہ اللہ رب العزت نے اپنے حبیب کریم علیہ السلام کو دنیا کے خزانوں کی چابیاں عطا فرمائیں۔ اور اسی طرح ہر وہ آیت اور ہر وہ حدیث جو حضور اقدس علیہ السلام کے محاسن ومحامد، کمالات ومعجزات پر مشتمل ہوگی وہابیہ کبھی اُس کو بیان نہیں کریں گے بلکہ اُن کے مزعوم نظریات میں اُس آیت وحدیث کا کتمان اور اُسے چھپانا واجب اور لازم ہے۔ آیئے اب دلائل کی روشنی میں دیکھیں کہ حضور اقدس علیہ السلام کے ذکر اور آپ کے فضائل ومناقب کا چھپانا کس کا کام ہے اور آپ کی نعت، اوصاف، محامد ومحاسن بیان کرنا کس کی سنت ہے؟

حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اوصاف چھپانا یہود وہنود کا طریقہ ہے

اللہ رب العزت نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کی صفات اور آپ کے اوصاف کا تذکرہ نہ صرف یہ کہ قرآن مجید میں فرمایا بلکہ کتب سابقہ میں بھی حبیب مکرم ﷺ کا ذکر جمیل فرمایا۔ قرآن مجید میں ارشادِ ربانی ہے:

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ؗ

(الاعراف:۱۵۷)

ترجمہ: ''وہ جو پیروی کرتے ہیں اُس رسول کی جو نبی امی ہے جس کا ذکر وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔''

امام فخر الدین رازی شافعی متوفی ۶۰۴ھ ارشاد فرماتے ہیں:

هذا يدل على ان نعته و صحة نبوته مكتوب فى التوراة والانجيل. (التفسیر الکبیر جلد ۵، جزء ۱۴ صفحہ ۲۱، دار الفکر بیروت)

ترجمہ: "یہ آیت کریمہ اس پر دلیل ہے کہ حضور اقدس علیہ السلام کی نعت اور آپ کی نبوت کی صحت، تورات اور انجیل میں لکھی ہوئی ہے۔"

حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

هذه صفة محمد صلى الله تعالى عليه وسلم فى كتب الانبياء بشروا اممهم ببعثه، و امروهم بمتابعته، و لم تزل صفاته موجودة فى كتبهم يعرفها علماءهم واحبارهم.

(تفسیر ابن کثیر، جلد ۲ صفحہ ۹۴۶ موسسۃ الریان بیروت)

ترجمہ: "یہ انبیاء علیہم السلام کی کتب میں حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات ہیں۔ انہوں نے اپنی امتوں کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ساتھ خوش خبری دی اور اپنی امتوں کو حضور اقدس علیہ السلام کی اتباع کا حکم دیا۔ اور برابر حضور اقدس علیہ السلام کی نعت اور آپ کے اوصاف اُن کتابوں میں موجود رہے جس کو اُن کے علماء اور پادری جانتے ہیں۔"

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا فرمان اس آیت کریمہ کے تحت نقل فرماتے ہیں:

يقول: يجدون نعته و امره و نبوته مكتوبا عندهم. (جامع البیان، جلد ۶، جزء ۹، صفحہ ۸۵، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ترجمہ: ''حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہود ونصاریٰ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعت، آپ کے اوصاف اور آپ نبوت کے متعلق اپنی کتابوں میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔''

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

عن عطاء بن یسار قال: لقیت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما. قلت: اخبرنی عن صفة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی التوراۃ قال: اجل: واللہ انہ لموصوف فی التوراۃ ببعض صفتہ فی القران: (یایھا النبی انا ارسلناك شاھدا و مبشرا و نذیرا) و حرز اللامیین. انت عبدی و رسولی. سمیتك المتوکل. لیس بفظ ولا غلیظ. ولا سخاب فی الاسواق. ولا یدفع بالسیئة السیئة ولکن یعفو و یغفر. ولن یقبضہ اللہ حتی یقیم بہ الملة العوجاء. بان یقولوا: لا الہ الا اللہ. و یفتح بھا اعینا عمیا. و آذانا صما. و قلوبا غلفا.

(صحیح بخاری، کتاب: البیوع، باب: کراھیة السخب فی الاسواق، رقم الحدیث: ۲۱۲۵، وفی کتاب: التفسیر، باب: انا ارسلناک شاھدا ومبشرا ونذیرا، رقم الحدیث: ۴۸۳۸، دار الکتاب العربی) (الادب المفرد: ۲۴۷، سنن الدارمی: ۶، مسند احمد: ۶۶۲۲، دلائل النبوۃ جلد ا صفحہ ۳۷۴، مجمع الزوائد: جلد ۸ صفحہ ۲۷۱، جامع الاصول جلد ۱۱، رقم الحدیث: ۸۸۴۷، المعجم الکبیر: ۱۰۰۴۶، الطبقات الکبریٰ جلد ا صفحہ ۳۶۰)

ترجمہ: ''حضرت عطا بن یسار فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے ملا اور میں نے کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی توریت میں مذکور صفت کی خبر دیں۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے۔ اللہ عزوجل کی قسم! توریت میں آپ کی اُن صفات کا ذکر ہے جن میں سے بعض قرآن مجید میں مذکور ہیں۔ وہ یہ ہیں: اے نبی! ہم نے آپ کو بھیجا ہے گواہ بنا کر، بشارت دینے والا، ڈر سنانے والا، اور امیین کی پناہ بنا کر، آپ میرے بندے اور رسول ہیں۔ میں نے آپ کا نام ''متوکل'' رکھا ہے۔ آپ سخت مزاج اور درشت خونہیں ہیں۔ اور نہ بازار میں شور کرنے والے ہیں اور برائی کا جواب برائی سے نہیں دیتے بلکہ معاف کر دیتے ہیں اور بخش دیتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ اُس وقت تک آپ کی روح قبض نہیں فرمائے گا جب تک آپ کے ذریعہ سے ٹیڑھی قوم کو سیدھا نہ کر دے، بایں طور کہ وہ کہیں گے "لا الہ الا اللہ" اور آپ کے سبب سے اندھی آنکھوں، بہرے کانوں اور پردہ پڑے ہوئے دلوں کو کھول دے گا۔''

یہود و نصاریٰ، حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انہیں مذکور فی التوراۃ والانجیل اوصاف کی وجہ سے آپ کو اپنی اولاد سے بڑھ کر پہچانتے تھے۔ ارشادِ ربانی ہے:

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ (البقرۃ:۱۴۶، الانعام:۲۰)

ترجمہ: ''وہ جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ میرے حبیب کو اس طرح پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔''

قاضی ثناء اللہ مظہری نقشبندی متوفی ۱۲۲۵ھ فرماتے ہیں:

يعنى علماء هم يعرفون سيدنا محمدا صلى الله

عیہ وسلم انہ ھو الذی وصف فی التوراۃ واخذ المیثاق علی الایمان بہ و نصرتہ فالضمیر المنصوب لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(التفسیر المظہری جلد ا صفحہ ۱۴۸، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

ترجمہ: ''یعنی یہود و نصاریٰ کے علماء حضرت سیدنا محمد ﷺ کو پہچانتے ہیں کہ یہ وہی ہیں جن کے اوصاف تورات میں ہیں اور انہیں پر ایمان اور نصرت کا وعدہ لیا گیا ہے۔ پس (یعرفونہ) میں منصوب ضمیر رسول اللہ ﷺ کے لیے ہے۔''

امام فخر الدین رازی شافعی متوفی ۶۰۴ھ فرماتے ہیں:

عن عمر رضی اللہ عنہ انہ سال عبداللہ بن سلام عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال: انا اعلم بہ منی بابنی، قال ولم؟ قال: لانی لست اشك فی محمد صلی اللہ علیہ وسلم و اما ولدی فلعل والدتہ خانت، فقبل عمر راسہ۔

(التفسیر الکبیر جلد ۲ صفحہ ۱۲۶ دار الفکر بیروت)(روح المعانی جز ۷ صفحہ ۱۲۰)

ترجمہ: ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کو اپنے بیٹے سے بڑھ کر جانتا ہوں۔ حضرت عمر نے پوچھا کیسے؟ حضرت عبداللہ نے فرمایا: میں حضرت محمد ﷺ کے نبی ہونے میں شک نہیں کر سکتا اور رہا میرا بیٹا تو ہو سکتا ہے کہ اُس کی ماں نے خیانت کی ہو، یہ سن کر

حضرت عمر نے حضرت عبداللہ بن سلام کے سر کو بوسہ دیا۔''

اور اللہ رب العزت نے کتب سابقہ میں صرف اپنے حبیب مکرم ﷺ کی نبوت کی علامت اور آپ کے اوصاف و کمالات کو ہی بیان نہیں فرمایا بلکہ اہلِ کتاب کے علماء سے بڑا سخت اور موکد وعدہ لیا کہ وہ ضرور بالضرور میرے حبیب مکرم ﷺ کی نعت اور آپ کی صفات کھلے دل سے لوگوں میں پڑھ کر سنائیں گے۔ اُن اوصاف کا کتمان نہیں کریں گے۔ اُن کے بیان میں کوئی تغیر اور تبدیلی نہیں کریں گے بلکہ من و عن وہ شانیں، وہ عظمتیں، وہ کمالات اور وہ صفات جن کے تذکروں سے کتب سابقہ مملوء ہیں وہ لوگوں کو پڑھ کر سنائیں گے۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ ﴿۱۸۷﴾

(اٰل عمران: ۱۸۷)

ترجمہ: ''اور یاد کرو جب اللہ نے پختہ وعدہ لیا اُن لوگوں سے جن کو کتاب دی گئی ہے کہ تم ضرور بالضرور کھول کر اُسے لوگوں سے بیان کرو گے اور اُس کو چھپاؤ گے نہیں پس انہوں نے اس وعدہ کو پس پشت پھینکا اور اس کے عوض تھوڑی قیمت حاصل کی تو کتنی بری ہے وہ قیمت جو انہوں نے حاصل کی۔''

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: دعا النبی صلی اللہ علیہ وسلم یہود فسالھم عن شیئ، فکتموہ ایاہ واخبروہ بغیرہ۔

(صحیح بخاری، کتاب التفسیر: باب: آیت نمبر ۱۸۸ ال عمران، رقم الحدیث: ۴۵۶۸، دار الکتاب العربی بیروت) (صحیح مسلم، کتاب: صفات المنافقین واحکامھم، رقم الحدیث: ۷۰۳۴) (سنن الترمذی، کتاب: تفسیر القران، باب: سورۃ ال عمران، رقم الحدیث: ۳۰۱۴، دار المعرفہ بیروت)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو بلایا اور اُن سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے اس کو چھپایا اور اس کے علاوہ کسی اور چیز کی خبر دی۔''

حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود سے کس چیز کے متعلق سوال کیا؟ اس کا جواب حافظ ابنِ حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ سے سنیے:

قیل انه سالھم عن صفته عندھم بامر واضح، فاخبروہ عنه بامر مجمل، وروی عبدالرزاق من طریق سعید بن جبیر فی قوله (لیبیننه للناس ولا یکتمونه) قال: محمد (صلی الله علیه وسلم۔ و فی قوله: (یفرحون بما اتوا) قال: بکتمانھم محمدا صلی الله علیه وسلم۔

(فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد ۹ صفحہ ۱۹۹، دار الکتب العلمیہ البیروت)

ترجمہ: ''کہا گیا ہے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود سے تورات میں اپنی صفت کے متعلق سوال کیا تھا کہ وہ اس کو واضح امر کے ساتھ بیان کریں۔ لیکن انہوں نے مجملاً اس کا جواب دیا (یعنی حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفات کو چھپایا) اور عبدالرزاق نے سعید بن جبیر کے طریق سے روایت کیا کہ اللہ رب العزت کے اس فرمان "لیبیننه للناس ولا یکتمونه" میں "ہ" ضمیر کا

مرجع حضور محمد مصطفی ﷺ کی ذات اقدس ہے۔ اور اللہ رب العزت کے اس فرمان یفرحون بما اتوا کے متعلق مروی ہے کہ وہ حضور اقدس علیہ السلام کی صفات کو چھپا کر خوش ہوئے۔''
امام فخر الدین رازی شافعی متوفی ۶۰۴ھ اس آیت کریمہ کے تحت رقم طراز ہیں:

المراد من البیان ذکر تلك الآیات الدالة علی نبوة سیدنا محمد صلی الله علیه وسلم من التوراة والانجیل. والمراد من النهی عن الکتمان ان لا یلقوا فیها التاویلات الفاسدة.

(التفسیر الکبیر، جلد ۳، صفحہ ۱۱۴، دار الفکر بیروت)

ترجمہ: آیت کریمہ میں ''بیان'' سے مراد یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ نے تورات و انجیل میں جو آیات اور علامات، حضور نبی مکرم ﷺ کی نبوت و رسالت کی صحت و حقانیت کے متعلق پائیں اُن کا ذکر کریں گے۔ اور کتمان سے جو نہی ہے اس سے مراد ہے اُس میں تاویلات فاسدہ نہیں کریں گے۔''

امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند سے روایت کرتے ہیں:

عن السدی (و اذ اخذ الله میثاق الذین اوتوا الکتاب لتبیننه للناس) الایة. قال: ان الله اخذ میثاق الیهود محمدا صلی الله علیه وسلم ولا یکتمونه.

(جامع البیان، جلد ۳ صفحہ ۵۴۳ رقم الحدیث: ۸۳۲۱، ۸۳۲۲)

ترجمہ: ''سدی سے مروی ہے (اور اسی طرح حضرت سعید بن جبیر سے مروی ہے) کہ اللہ رب العزت کا یہ فرمان (و اذ اخذ اللہ میثاق الذین اوتوا الکتاب۔ الایۃ) سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہود سے پختہ وعدہ لیا کہ وہ محمد ﷺ کی صفات کو کھول کر بیان کریں گے اور اسے چھپائیں گے نہیں۔''

حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ھذا توبیخ من اللہ و تھدید لاھل الکتاب. الذین اخذ اللہ علیھم العھد علی السنۃ الانبیاء ان یومنوا بمحمد صلی اللہ وسلم و ان ینوھوا بذکرہ فی الناس... الیٰ... فکتموا ذلک۔

(تفسیر ابن کثیر، جلد ۱ صفحہ ۴۸۸)

ترجمہ: ''یہ اللہ عزوجل کی طرف سے زجر و توبیخ ہے اور اہل کتاب کے لیے دھمکی ہے، جن سے اللہ عزوجل نے انبیاء علیہم السلام کی زبانوں سے وعدہ لیا تھا کہ وہ محمد ﷺ پر ایمان لائیں گے اور اُن کا ذکر لوگوں میں پھیلائیں گے لیکن یہود و نصاریٰ نے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر کو چھپایا۔''

قاضی ثناء اللہ پانی پتی متوفی ۱۲۲۵ھ فرماتے ہیں:

کتموا ما فیہ من نعت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ (التفسیر المظہری، جلد ۱ صفحہ ۱۰۰ مکتبہ رشیدیہ)

ترجمہ: ''یہود و نصاریٰ نے تورات و انجیل میں حضور اقدس علیہ السلام کی نعت کو چھپایا۔''

قارئین، اندازہ فرمائیں کہ اللہ رب العزت نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کی شانوں، خدداد عظمتوں کو بیان کرنے کے لیے کس قدر اہل کتاب سے تاکیدات فرمائی ہیں۔ غالباً پورے قرآن میں کسی ایک عمل کے کرنے پر اتنی تاکیدات نہیں جتنی تاکیدات حضور نبی مکرم ﷺ کی نعت اور صفات کو بیان کرنے میں ہیں۔ اس آیت میں غور فرمائیں۔ پہلی تاکید یہ کہ ''اللہ نے میثاق لیا۔'' جب اللہ رب العزت کسی شے کا وعدہ لے تو اُس وعدہ میں اُس کی بہ نسبت بہت زیادہ تاکید اور شدت ہوگی جو بندہ، بندے سے وعدہ لیتا ہے۔ پہلی تاکید تو خود اللہ رب االعزت کے وعدہ لینے میں ہے۔ دوسری تاکید یہ کہ لفظ ''میثاق'' فرمایا۔ میثاق اُس گاڑھے اور پختہ وعدہ کو کہتے ہیں جس میں ترمیم یا تنسیخ کی گنجائش نہ ہو۔ جو اٹل، محکم، یقینی اور قطعی وعدہ ہو جس میں تغیر و تبدل کی مجال نہ ہو۔ جس طرح قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ (البقرۃ: ۸۳)

ترجمہ: ''اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ وعدہ لیا کہ تم عبادت نہ کرنا مگر اللہ کی۔''

سو اللہ رب العزت نے اپنی عبادت اور بندگی کے وعدہ کے لیے لفظ ''میثاق'' فرمایا۔ کیونکہ اللہ رب العزت کی عبادت اور بندگی کا حکم اٹل اور محکم ہے یہ ایسا حکم ہے جو کبھی کسی حال میں منسوخ نہیں ہو سکتا۔ سو جس طرح عبادت الٰہی جل مجدہ کے حکم میں ترمیم اور تبدیلی جائز نہیں اسی طرح مصطفی جان رحمت ﷺ کی عظمت و شان، رفعت و کمال، علو مرتبت اور خداداد منزلت کے اظہار کے حکم میں بھی کسی طرح کی ترمیم و تنسیخ اور تغیر و تبدیل جائز نہیں۔ یہ دوسری تاکید اور شدت ہے جو اس عہد کے لینے میں لفظ ''میثاق'' میں مضمر ہے۔ تیسری تاکید لتبیننہ

للناس میں لام تاکید کے ساتھ ہے۔ چوتھی اور پانچویں تاکیدن ثقلیہ کے ساتھ ہے۔ اس لیے کہ یہاں نون خفیفہ نہیں بلکہ ن ثقلیہ ہے۔ ن خفیفہ بھی تاکید کے لیے استعمال ہوتا ہے لیکن ن ثقلیہ میں ن خفیفہ کی بہ نسبت تاکید اور شدت دو چند ہو جاتی ہے۔ چھٹی تاکید ''تبیننہ'' میں ہے جس کا مصدر ''تبیین'' اور مادہ اشتقاق ''بیان'' ہے اور ''بیان'' اس واضح کلام کو کہتے ہیں جس میں کوئی اجمال و ابہام اور خفا و پوشیدگی نہ ہو۔ اور ساتویں تاکید ''ولا تکتمونه'' میں ہے جسے فرما کر تمام تاویلات فاسدہ کا مکمل سد باب فرما دیا۔

غور فرمائیں کہ اللہ رب العزت نے اپنے کلام میں سات عدد تاکیدات فرما کر اہلِ کتاب یہود و نصاریٰ پر فرض اور لازم کیا کہ وہ قطعاً میرے حبیب علیہ السلام کی صفات، اوصاف اور نعت کا کتمان اور اخفاء نہیں کریں گے بلکہ اسے من وعن پوری تفصیل کے ساتھ لوگوں میں بیان کریں گے۔ سو جب اہل کتاب کے علماء نے اللہ رب العزت کے اس پختہ اور محکم وعدہ کو پسِ پشت ڈالا اور نافرمانی کی روش کو اختیار کرتے ہوئے عظمت و صفات مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا کتمان کیا۔ اور حضور اقدس علیہ السلام کی علو مرتبت اور خداداد منزلت بیان کرتے ہوئے اُن کے سینے تنگ ہوئے تو پڑھیے اللہ رب العزت کا قوم یہود و نصاریٰ پر کیسا تازیانہ غضب برسا اور اُن کو لعنت کے کس قدر عمیق گڑھوں میں پھینک دیا گیا۔ قرآن مجید میں ارشادِ ربانی ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِن بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ ۙ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ ﴿١٥٩﴾ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُوا فَأُولَٰئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿١٦٠﴾ (البقرة: ۱۶۰-۱۵۹)

ترجمہ: ''بے شک جن لوگوں نے چھپایا ہماری نازل کردہ واضح باتوں اور ہدایت کو، بعد اس کے کہ ہم نے کتاب میں کھول کر اُس کو بیان فرمادیا ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے اور لعنت کرنے والوں نے لعنت کی۔ مگر وہ لوگ جو توبہ کریں (یعنی اپنی اس روش کتمان سے) اور کھول کر بیان کریں (یعنی شانِ مصطفی کریم ﷺ کو) تو میں اُن کی توبہ قبول فرماؤں گا اور میں ہی بڑا توبہ قبول فرمانے والا، بڑا مہربان ہوں۔''

مفسر شہیر امام فخر الدین رازی شافعی متوفی ۶۰۴ھ فرماتے ہیں:

قال ابن عباس ان جماعة من الانصار سالوا نضرا من اليهود عما فى التوراة من صفات النبى صلى الله عليه وسلم و من الاحكام فكتموا. فنزلت الآية۔ (التفسیر الکبیر، جلد ۲ صفحہ ۱۵۸، دارالفکر بیروت)

ترجمہ: ''حبر هذه الامة، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کریمہ کے شان نزول کے متعلق فرماتے ہیں کہ انصار کی ایک جماعت نے یہود کے ایک گروہ سے تورات میں حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفات اور احکام کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے ان صفات کو چھپایا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔''

درس نظامی کے نصاب میں شامل مشہور تفسیر ''جلالین'' جو امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ اور امام جلال الدین محلی علیہ الرحمۃ کی مشترکہ کاوش کا نتیجہ ہے، میں اس آیت کریمہ کے تحت ہے:

ما انزلنا من البينت والهدى كاية الرجم و نعت

سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

(تفسیر جلالین، صفحہ ۲۳، قدیمی کتب خانہ کراچی)

ترجمہ:''آیت کریمہ میں "البینٰت" اور "الھدیٰ" سے مراد آیت رجم اور نعت سیدنا محمد مصطفی ﷺ ہے (جس کا کتمان یہود و نصاریٰ نے کیا)

امام ابوجعفر محمد بن جریر الطبری متوفی ۳۱۰ھ فرماتے ہیں:

"البینات" التی انزلها الله: ما بین من امر نبوة سیدنا محمد صلی الله علیه وسلم و مبعثه و صفته۔ (جامع البیان، جلد ۲ صفحہ ۵۶، دارالکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: "البینات" یعنی واضح باتوں سے مراد جو اللہ نازل فرمائیں اور یہود و نصاریٰ نے اُسے چھپایا حضرت محمد ﷺ کی نبوت اور آپ کی بعثت اور آپ کے اوصاف و کمالات ہیں۔''

حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ بیان کرتے ہیں:

قال ابوالعالیه: نزلت فی اهل الکتاب، کتموا صفة محمد صلی الله علیه وسلم، ثم اخبر انهم یلعنهم کل شیء علی صنیعهم ذٰلك۔

(تفسیر ابن کثیر، جلد ۱، صفحہ ۲۴۲، موسسۃ الریان، بیروت)

ترجمہ:''ابوالعالیہ جلیل القدر تابعی فرماتے ہیں کہ (مذکورہ) آیت اہلِ کتاب کے متعلق نازل ہوئی۔ جنہوں نے حضرت محمد مصطفی ﷺ کی صفات کو چھپایا۔ پھر اللہ عزوجل نے خبر دی کہ اُن کے اس مذموم کام پر کائنات کی ہر شے اُن پر لعنت کرتی ہے۔''

غور سے پڑھیں وہ لوگ اس آیت کریمہ کو جنہوں نے اپنے خطبات و مواعظ، تحریر وتقریر میں کبھی بھولے سے بھی حضور نبی مکرم ﷺ کے خداداد کمالات، محامد و محاسن، علوم و معارف اور اختیارات و تصرفات بیان نہیں کیے کہ اللہ رب العزت کی جناب میں حضور اقدس علیہ السلام کی عظمت کے کتمان کا معاملہ کس قدر عظیم ہے اور اس فعل شنیع کے مرتکب پر کس قدر غضب الٰہی اور کس قدر لعنت ہے؟ یہاں آیت میں "اللّٰعنون" میں عموم ہے جس عموم میں انبیاء، ملائکہ اور تمام لوگ شامل ہیں۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ حضور اقدس علیہ السلام کی صفات کو چھپانے والا اس قدر عظیم جرم کا مرتکب ہے کہ اس پر اللہ رب العزت کی، تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی، تمام ملائکہ کی بلکہ جمیع مخلوق کی لعنت برستی ہے۔ اور وجہ اس کی صاف ظاہر ہے کہ جو بندہ حضور اقدس علیہ السلام کے اوصاف پر پردہ ڈالے اور آپ کی عظمت و رفعت کے بیان سے جس کا سینہ تنگ ہو اُس کے دل میں حضور اقدس علیہ السلام کا بغض اور آپ کے لیے عداوت موجود ہے۔ اگر اس کے دل میں حضور اقدس علیہ السلام کی محبت موجود ہوئی تو محبت کا بڑا مشہور قاعدہ ہے۔

من احب شیئاً اکثر ذکرہ.

ترجمہ: "جو کسی سے محبت کرتا ہے تو اس کا ذکر بکثرت کرتا ہے۔"

یعنی محب صادق تو اپنے محبوب کے ذکر سے، محبوب کی تعریف و توصیف سے کبھی سیر نہیں ہوتا اسے اپنے محبوب کے ذکر میں ایسا قلبی چین، سکون، حلاوت اور چاشنی ملتی ہے جو کائنات کی کسی بھی نعمت میں میسر نہیں آتی۔ جیسا کہ شعر ہے:

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذتِ آشنائی

سو یہود و نصاریٰ کا حضور اقدس علیہ السلام کی صفات کو بیان نہ کرنا اُن کے قلبی

بغض و عداوت اور حسد و کینہ پر واضح دلیل ہے اور حضور اقدس علیہ السلام سے ذرہ برابر بھی بغض عین کفر اور خلود فی النار کا موجب ہے۔

نیز یہاں آیت سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ اگر کتمان عظمت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم موجب لعنت الٰہی ہے تو یقیناً جو حضور اقدس علیہ السلام کی صفات، کمالات، عظمتیں اور شانیں کھلے دل سے بیان کرے تو وہ اللہ رب العزت کی رحمت، کرم اور فضل کا مستحق ہے جس کو اللہ رب العزت نے ان الفاظ میں بیان فرمایا:

اِلَّا الَّذِیۡنَ تَابُوۡا وَاَصۡلَحُوۡا وَبَیَّنُوۡا فَاُولٰٓئِکَ اَتُوۡبُ عَلَیۡہِمۡ ۚ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِیۡمُ ﴿۱۶۰﴾ (البقرۃ:۱۶۰)

ایک اور وعید قرآن مجید کی ان یہود و نصاریٰ کے متعلق پڑھیے۔ ارشادِ ربانی ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَکۡتُمُوۡنَ مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ مِنَ الۡکِتٰبِ وَیَشۡتَرُوۡنَ بِہٖ ثَمَنًا قَلِیۡلًا ۙ اُولٰٓئِکَ مَا یَاۡکُلُوۡنَ فِیۡ بُطُوۡنِہِمۡ اِلَّا النَّارَ وَلَا یُکَلِّمُہُمُ اللّٰہُ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ وَلَا یُزَکِّیۡہِمۡ ۚۖ وَلَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿۱۷۴﴾ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ اشۡتَرَوُا الضَّلٰلَۃَ بِالۡہُدٰی وَالۡعَذَابَ بِالۡمَغۡفِرَۃِ ۚ فَمَاۤ اَصۡبَرَہُمۡ عَلَی النَّارِ ﴿۱۷۵﴾ (البقرۃ:۱۷۵-۱۷۴)

ترجمہ: بے شک جو لوگ چھپاتے ہیں وہ باتیں جو اللہ نے کتاب میں نازل فرمائیں اور لیتے ہیں اُس کے بدلے ذلیل قیمت، یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے پیٹ میں آگ بھریں گے اور قیامت کے دن اللہ اُن سے کلام نہیں فرمائے گا اور نہ انہیں ستھرا کرے گا اور اُن کے لیے دردناک عذاب ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں

نے ہدایت کے بدلے گمراہی مول لی اور بخشش کے بدلے
عذاب، تو وہ آگ پر کس قدر صبر کرنے والے ہیں۔"
امام فخر الدین رازی شافعی علیہ الرحمۃ متوفی ۶۰۴ھ اس آیت کے تحت رقم طراز ہیں:

كانوا يكتمون صفة سيدنا محمد صلى الله عليه وسلم و نعته والبشارة به. وهو قول ابن عباس وقتادة و السدى والاصم و ابى مسلم.

(التفسیر الکبیر جلد ۲، جز ۵ صفحہ ۲۶، دار الفکر بیروت)

ترجمہ: "یہود و نصاریٰ، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی صفات، آپ کے نعت اور آپ کے متعلق بشارات کو چھپاتے تھے۔ (یہ اس آیت کا شان نزول ہے) اور یہی قول حضرت ابن عباس، قتادہ، سدی، اصم اور ابو مسلم کا ہے۔"

اس آیت کی یہی تفسیر "جامع البیان، تفسیر ابن کثیر، تفسیر مظہری اور تمام کتب تفاسیر میں موجود ہے۔ اس آیت میں یہود و نصاریٰ کے لیے چند وعیدیں ہیں:

- ۱ وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھر رہے ہیں۔
- ۲ قیامت کے دن اللہ اُن سے کلام نہیں فرمائے گا۔ (یعنی جنہوں نے رب کے حبیب کی شان کو چھپایا وہ نگاہ ایزدی میں اس قدر مبغوض اور مغضوب ہیں کہ وہ اس قابل ہی نہیں کہ اللہ ذوالمجد والعلیٰ اُن سے کلام کرے) ہمارے عرف میں جب کسی سے انتہائی نفرت اور بغض کا اظہار مقصود ہو تو کہا جاتا ہے کہ میں اُس سے کلام کرنا بھی پسند نہیں کرتا سو یہی اسلوب اس آیت کریمہ میں ہے۔

- ❸ اللہ اُن کو ستھرا نہیں فرمائے گا۔
- ❹ اُن کے لیے دردناک عذاب ہے۔
- ❺ وہ گمراہ ہیں۔
- ❻ اُن کی بخشش نہیں ہوگی

قارئین پر یہاں تک خوب واضح ہوگیا کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفات اور آپ کے اوصاف پر مشتمل آیات کو چھپانا یہود و نصاریٰ کا طریقہ ہے۔ افسوس کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے پیروکار، یہود و نصاریٰ کے اس قبیح و شنیع طریقہ سے شدت سے کاربند ہیں۔ اور اتنی شدت کے ساتھ کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کمالات کا ذکر نہ خود کرتے ہیں اور نہ کسی دوسرے کی زبان سے سن سکتے ہیں۔ کبھی درود و سلام پر پابندی، کبھی دلائل الخیرات کو نذر آتش کرنا، کبھی محافل میلاد میں شرکت کرنے والوں کو ملک بدر کرنا، کبھی حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علوم و معارف، تصرفات و اختیارات اور کمالات و معجزات کے بیان پر شرک کے فتوے لگانا۔ یعنی ہر وہ کام جس سے عظمت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اظہار ہو اس پر پابندی لگانا یہود و نصاریٰ کی روش اور اُن کا طریقہ نہیں تو اور کیا ہے؟ سو ان نجدیوں، وہابیوں کو سوچنا چاہیے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفات کو چھپانے سے ان کا حشر کس مغضوب اور گمراہ جماعت کے ساتھ ہوگا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

عصر حاضر میں ضرورتِ فروغِ ذکرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یہاں اس بات کو خوب سمجھ لیں کہ عصر حاضر میں امت مسلمہ پر ہر فرض سے بڑا فرض فروغ عشق مصطفی اور فروغ ذکر مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ اور یہی ایک قوت ایسی ہے کہ جس کے ذریعے باطل ادیان اور مذاہب کے ساتھ مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔

جس کو ڈاکٹر اقبال نے یوں بیان کیا۔

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے

دہر میں اسم محمد سے اجالا کر دے

انگریز نے جب مکین گنبد خضریٰ ﷺ سے امت کے حبی اور عشقی ربط و تعلق کو منقطع کرنے کی کوشش کی تو ڈاکٹر اقبال پکار اٹھے۔

یہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا

روح محمدی اس کے بدن سے نکال دو

عالمی تناظر میں اگر دیکھیں تو اس وقت بھی پوری دنیائے کفر کا ہدف تنقید اور مقصد وحید، حضور نبی مکرم ﷺ کی توہین و تنقیص ہے۔ یہودی، اللہ رب العزت کے وجود کا انکار نہیں کرتا۔ اسے اگر بغض و عداوت اور حسد و کینہ ہے تو حضور اقدس علیہ السلام سے، عیسائی خدا کے وجود کا منکر نہیں اُسے اگر انکار ہے تو نبوت محمدی کا انکار ہے جس کا اظہار وہ متعدد طریقوں سے کرتے رہتے ہیں، کبھی گستاخانہ خاکے بنا کر، کبھی سیرت طیبہ پر اعتراض کر کے، بلکہ بعض تو اُن میں اس حد تک پہنچ جاتے ہیں کہ وہ العیاذ باللہ تعالیٰ حضور اقدس علیہ السلام پر سب و شتم سے بھی گریز نہیں کرتے۔ قادیانی، حضور اقدس علیہ السلام کی خاتمیت کا انکار کر کے آپ کی تمام فضیلتوں کے منکر ہوئے۔ سو اس صورت حال میں جبکہ پوری دنیائے کفر، متحد ہو کر حضور اقدس علیہ السلام کے فضائل و مناقب کا انکار کرے، آپ کی توہین و تنقیص کرے، آپ پر سب و شتم کرے، تو امت مسلمہ پر کس قدر بڑا فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ ناموس رسالت کا دفاع کرتے ہوئے دنیا کے ہر ملک، ہر شہر، ہر گاؤں اور گلی گلی اپنے محبوب آقا کی عظمت کے ڈنکے بجائے۔ آپ کے ذکر کے فروغ کے لیے محافل کا انعقاد کرے۔ جلوس نکالیں، کتابیں لکھیں، خطاب کریں، تا کہ پوری دنیائے کفر کو اس بات کا

اندازہ ہو جائے کہ محمد عربی ﷺ کے غلام، آپ کے جان نثار، آپ کی ناموس پر تن، من، دھن کی قربانی دینے والے زندہ ہیں۔ اس کا یقیناً ایک نفسیاتی اثر اور رعب اُن پر پڑے گا اور اُن کی گستاخانہ سرگرمیوں میں کمی آئے گا۔ لیکن جو روش وہابیہ نے اپنائی ہے یہ روش یقیناً یہود و نصاریٰ کو تقویت دینے والی ہے وہ اہلِ کتاب یہی تو چاہتے ہیں کہ یہ اپنے نبی کو یاد نہ کریں ان کی طرف متوجہ نہ ہوں۔ اُن کا ذکر نہ کریں۔ اُن سے ان کا قلبی ربط و تعلق منقطع ہو جائے۔ سو وہابیہ نے اُن کی تمام تمنائیں اور آرزوئیں، شرک کی آڑ میں پوری کر دیں۔

وہابیہ کی یہود و نصاریٰ کے ساتھ فکری مناسبت

حق اور سچ بات یہ ہے کہ عرب و عجم میں دین وہابیت کی تخم ریزی کرنے والے اور اس کی نشو و نما اور پھلنے پھولنے کی اسباب و وسائل مہیا کرنے والے انگریز یہود و نصاریٰ ہیں اور یہ تاریخ کے ایسے تلخ حقائق ہیں جو کسی بھی تاریخ دان اور صاحب مطالعہ سے مخفی اور پوشیدہ نہیں۔ اس کی بڑی دیل تو یہی ہے کہ وہابیہ کی یہود و نصاریٰ کے ساتھ پوری فکری مناسبت ہے۔ اور دوسری دلیل یہ کہ ہر دور میں انگریزوں نے عرب و عجم کے وہابیوں کو خوب خوب عطیات سے، انعامات سے اور مناصب سے نوازا ہے۔ اور ہر دور میں وہابیوں نے انگریزوں کا خوب خوب دفاع کیا۔ برصغیر میں جب انگریز نے آمرانہ اور ظالمانہ تسلط کے پنجے گاڑے اور اقتدار کی ہوس میں مسلمانوں پر جبر و استبداد اور ظلم و ستم کی ایسی داستان رقم کی کہ جس کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ عورتوں کو بیوہ کیا۔ بچوں کو یتیم کیا اور مسلمانوں کو گاجر مولی کی طرح تہ تیغ کیا۔ اُس وقت جبکہ تحریک آزادی کے ہیرو امام المناطقہ جامع المعقول والمنقول مولانا شاہ فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمۃ انگریز کے

خلاف علم بغاوت اور جہاد بلند کررہے تھے۔ کہ قتیل بالاکوٹ اور اُس کے پیر مغاں نے انگریز یہود و نصاریٰ کے خلاف جہاد کو حرام بلکہ اُن کے دفاع کو فرض قرار دیا۔
مرزا حیرت دہلوی، اسماعیل دہلوی کا ایک خطاب نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ان پر (یعنی انگریزوں پر) جہاد کسی طرح واجب نہیں ہے، ایک تو ہم اُن کی رعیت ہیں، دوسرے ہمارے مذہبی ارکان ادا کرنے میں وہ ذرا بھی دست درازی نہیں کرتے، ہمیں ان کی حکومت میں ہر طرح کی آزادی ہے بلکہ اگر کوئی ان پر حملہ آور ہو تو مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اس سے لڑیں اور اپنی گورنمنٹ پر آنچ نہ آنے دیں۔'' (حیات طیبہ صفحہ ۳۶۴)

ایک اور مقام پر مرزا حیرت دہلوی، اسماعیل دہلوی کا موقف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مولوی اسماعیل صاحب نے اعلان کر رکھا تھا کہ انگریزی سرکار پر نہ جہاد مذہبی طور پر واجب ہے نہ ہمیں اس سے کچھ مخاصمت ہے۔'' (حیاتِ طیبہ صفحہ ۲۰۱)

اس موضوع پر سرسید قلم اٹھاتے ہیں:

''پس ان پانچوں زمانوں میں وہابیت کا پہلا زمانہ نہایت عمدہ تھا اور جو کام اس زمانہ کے وہابی کرتے تھے ان سے گورنمنٹ انگریزی واقف تھی اور کسی طرح ان لوگوں کی طرف سے گورنمنٹ کی بدخواہی کا گمان نہیں ہوتا تھا، اس زمانہ میں مجاہدین کے پیشوا سید احمد تھے، مگر وہ واعظ نہ تھے واعظ مولوی محمد اسماعیل تھے۔ ایک مرتبہ وہ کلکتہ میں سکھوں پر جہاد کرنے کا

وعظ فرما رہے تھے۔ اثنائے وعظ میں کسی شخص نے ان سے دریافت کیا کہ تم انگریزوں پر جہاد کرنے کا وعظ کیوں نہیں کرتے، وہ بھی تو کافر ہیں؟ اس کے جواب میں مولوی محمد اسماعیل صاحب نے فرمایا کہ انگریزوں کے عہد میں مسلمانوں کو کچھ اذیت نہیں ہوئی اور چونکہ ہم انگریزوں کی رعایا ہیں اس لیے ہم پر اپنے مذہب کی وجہ سے یہ بات فرض ہے کہ انگریزوں پر جہاد کرنے میں ہم کبھی شریک نہ ہوں۔''

(مقالات سرسید حصہ نہم صفحہ ۱۴۲-۱۴۱)

منظور نعمانی کی ادارت میں لکھنؤ سے شائع ہونے والے ماہانہ الفرقان کا اعتراف سنیے۔

''مشہور یہ ہے کہ آپ (یعنی سید احمد بریلوی) نے انگریزوں سے مخالفت کا کوئی اعلان نہیں کیا بلکہ کلکتہ یا پٹنہ میں ان کے ساتھ تعاون کا اظہار کیا اور یہ بھی مشہور ہے کہ انگریزوں نے بعض موقعوں پر آپ کی امداد بھی کی۔''

(الفرقان لکھنؤ شہید نمبر ۱۳۵۵ صفحہ ۷۶)

یہ صرف مشہور نہیں تھا بلکہ حقائق تھے انگریز نے ہر موقع پر ان کی امداد کی، انہیں نذرانے دیئے اور اُن کی خوب دعوتیں کی کیونکہ ان وہابیوں کے ذریعے ان کے مقاصد بخوبی پورے ہو رہے تھے لہٰذا انہوں نے انعامات میں بھی کمی نہ کی اس موضوع پر اگرچہ بہت کچھ لکھا گیا لیکن دو عدد حوالے مزید ملاحظہ فرمائیں۔

غلام رسول مہر لکھتے ہیں کہ

''(انگریز) سپاہیوں نے (سید صاحب کو) دعوتِ طعام پر اصرار

کیا تو فرمایا، اس شرط پر منظور کرتا ہوں کہ جو کچھ میں کہوں پکایا جائے۔ انہوں نے مان لیا۔'' (سید احمد شہید صفحہ ۶۰)

محمد جعفر تھانیسری لکھتے ہیں:

''من جملہ بیعت کرنے والوں کے منذود صاحب فرنگی کی عورت بھی تھی۔ جس نے بیعت کرنے کے بعد سات روز تک دونوں وقت آپ کی دعوت کی اور ایک مکان عظیم الشان معہ اسباب ضروری کے آپ کی نذر کیا۔'' (سوانح احمدی صفحہ ۱۲۶)

یہ تو ایک ادنیٰ سی جھلک ہے انگریز کی وہابیت نوازی کی ورنہ پوری تاریخ وہابیت اس طرح کے واقعات سے مملوء ہے۔ ابھی چند سال قبل سعودی عرب کے ملک عبداللہ نے امریکہ میں دورہ کیا تو راقم الحروف نے نیٹ پر اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ملک عبداللہ کی جب امریکہ کے سابق صدر بش سے ملاقات ہوئی تو ملک عبداللہ نے فرط عقیدت و محبت میں بش کے ہونٹوں کا بوسہ لیا۔ یاد رہے یہ بش وہ ہے جس نے افغانستان، اعراق کے ہزاروں، لاکھوں مسلمانوں کو قتل کروایا۔ جس کا سینہ بغض اسلام اور عداوت رسول سے بھرا ہوا ہے جس کا اظہار اُس نے ایک موقع پر ان الفاظ میں کیا کہ ہم نے صلیبی جنگوں کا بدلہ لے لیا ہے۔ آخر اتنے بڑے مسلمانوں کے قاتل اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بغض و عداوت رکھنے والے کافر سے اتنی محبت و عقیدت کیوں؟ پھر طرفہ یہ ہے کہ ادھر اُس کافر سے یہ اظہار محبت اور ادھر سنی مسلمان، جن کے سینے محبت و عشق رسول سے مملوء ہیں اُن کے ساتھ اظہار نفرت و عداوت چہ معنی دارد؟ بات سادہ سی ہے کہ نجدیوں، وہابیوں کی چونکہ یہود و نصاریٰ کے ساتھ فکری مناسبت ہے اور سنیوں کے ساتھ فکری مخالفت ہے اس لیے یہود و نصاریٰ کے لیے اظہار محبت و عقیدت اور مسلمانوں کے لیے اظہارِ نفرت و

عداوت یہ حقیقت چودہ سو سال پہلے تاجدارِ کائنات ﷺ نے ان خوارج کی علامات کو بیان کر کے واضح فرما دیں۔ حدیث میں ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

یقتلون اھل الاسلام و یدعون اھل الاوثان۔

(صحیح بخاری، کتاب: احادیث الانبیاء، رقم الحدیث: ۳۳۴۴، دارالکتاب العربی بیروت) (صحیح مسلم، کتاب: الزکاۃ، باب: ذکر الخوارج وصفاتھم، رقم الحدیث: ۱۰۶۴) (سنن ابوداؤد، رقم الحدیث: ۴۷۶۴، سنن نسائی: ۲۵۷۷)

ترجمہ: ''(علامات خوارج میں سے ایک علامت یہ ہے کہ) وہ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور کافروں، بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔ (یعنی اُن سے تعرض نہیں کریں گے)''

محفل ذکر مصطفیٰ ﷺ اور نعت خوانی اللہ رب العزت کی سنت ہے

پہلی دلیل:

اب سنیئے کہ ان نجدیوں کے نزدیک تو نعت مصطفیٰ ﷺ حرام اور محفل ذکر مصطفیٰ بدعت بلکہ شرک ہے۔ لیکن قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ محفلِ ذکر مصطفیٰ ﷺ کا انعقاد کرنا، اللہ رب العزت کی سنت ہے۔ چنانچہ ارشادِ ربانی ہے:

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ﴿۵۶﴾ (الاحزاب:۵۶)

ترجمہ: ''بے شک اللہ اور اس کے فرشتے اپنے نبی پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی اُن پر درود بھیجو اور کثرت سے سلام بھیجو۔''

لفظ ''صلوٰۃ'' کے متعدد معانی اور مطالب ہیں۔ اُن معانی میں سے ایک جامع معنیٰ حضرت ابوالعالیہ تابعی جو کہ جلیل القدر شاگرد ہیں حضرت عبداللہ بن عباس کے انہوں نے بیان فرمایا اور اس کو امام بخاری نے اپنی صحیح میں نقل کیا۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں:

قال ابوالعالية صلاة الله: ثناؤه عليه عند الملائكة۔

(صحیح بخاری، کتاب: التفسیر، باب (سورۃ الاحزاب): صفحہ ۹۹۴، دارالکتاب العربی بیروت)

ترجمہ: ''حضرت ابوالعالیہ نے فرمایا کہ اللہ کے درود کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ رب العزت اپنے فرشتوں کے سامنے اپنے حبیب مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ثنا فرماتا ہے۔''

یعنی آسمان دنیا پر ایک محفل کا سماں ہوتا ہے جس میں سامعین حضرت جبرائیل، حضرت میکائیل، حضرت اسرافیل، حضرت عزرائیل، ملاء اعلیٰ اور جمیع قدسیان فلک ہوتے ہیں اور خطیب خود اللہ رب العزت کی ذات ہے۔ اور اللہ رب العزت، اپنے اُن ملائکہ کے سامنے اپنے حبیب کے اوصاف و کمالات اور محامد و محاسن بیان فرماتا ہے۔ اپنے حبیب کے رفعت ذکر اور علو مرتبت کو بیان فرماتا ہے۔ سو اگر محفل ذکر مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا انعقاد حرام و ناجائز ہے تو کیا وہابیہ یہ فتویٰ اللہ رب العزت پر اور قدسیانِ فلک پر بھی لگانے کی جرأت کریں گے۔ بلکہ اس آیت میں غور فرمائیں کہ اللہ رب العزت نے اپنے حبیب علیہ السلام پر ''صلوٰۃ'' کے لیے کوئی وقت یا زمان و مکان مقرر نہیں فرمایا بلکہ بغیر قید کے مطلق فرمایا کہ اللہ اپنے نبی پر درود بھیجتا ہے۔ جس کا مفاد یہ ہے کہ اللہ رب العزت چونکہ خود زمان و مکان کی قید اور وقت کی تعیین و تحدید سے پاک ہے۔ لہٰذا اُس کا اپنے حبیب پر صلوٰۃ بھیجنا بھی کسی وقت،

کسی زمانے اور کسی جگہ کے ساتھ محدود و معین نہیں۔ اور درود کا معنیٰ جب حدیث بخاری سے ''محفل ذکر مصطفیٰ ﷺ'' ثابت ہو گیا تو روز روشن کی طرح عیاں ہوا کہ عرش و کرسی اور آسمانوں پر ہمہ وقت محفل ذکر مصطفیٰ ﷺ کا انعقاد رہتا ہے۔ سو جو اللہ رب العزت کی اتنی عظیم سنت ہو اُس کو حرام و بدعت کہنا محرومی اور بدبختی نہیں تو اور کیا ہے؟ یہ بات ذہن نشین فرمالیں کہ اللہ رب العزت کی سنت کا درجہ، حضور اقدس علیہ السلام کی سنت کے درجہ سے بلند ہے۔ چونکہ اللہ رب العزت خالق ہے۔ حضور اقدس علیہ السلام مخلوق ہیں۔ اور حضور کی سنت پر عمل کرنے کا ثواب کیا ہے؟ حدیث ملاحظہ فرمائیں:

عن ابی هریرة رضی الله عنه. قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من تمسك بسنتی عند فساد امتی. فله اجر مائة شهید.

(مشکوۃ المصابیح، کتاب: الایمان، باب: الاعتصام بالکتاب والسنۃ، رقم الحدیث:۱۷۶)

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جس نے فساد امت کے وقت میری سنت پر عمل کیا تو اس کے لیے سو شہیدوں کا ثواب ہے۔''

سو جب حضور نبی مکرم ﷺ کی سنت سے تمسک اور اُس کے احیاء کا ثواب سو شہیدوں کے برابر ہے تو اس دور میں جبکہ پوری دنیائے کفر تنقیص مصطفیٰ ﷺ پر متفق اور متحد ہو تو اللہ رب العزت کی سنت ارفعہ پر عمل کرتے ہوئے اُس کے حبیب ﷺ کے ذکر کی محفل منعقد کرنا کس قدر باعث ثواب واجر اور قربت الٰہی عزوجل کا موجب ہے؟

دوسری دلیل

محفل ذکر مصطفی ﷺ کے استحسان و استحباب کی دوسری دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے جس میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ . (البقرۃ:۱۵۲)

ترجمہ: ''پس تم میرا ذکر کرو تو میں تمہارا ذکر کروں گا۔''

اس کی تفسیر حدیث صحیح میں ہے:

عن ابی هریرة رضی الله عنه. قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "یقول الله عزوجل: انا عند ظن عبدی بی. و انا معه حین یذکرنی. ان ذکرنی فی نفسه. ذکرته فی نفسی. و ان ذکرنی فی ملاء. ذکرته فی ملاء هم خیر منهم. الخ

(صحیح بخاری، کتاب: التوحید، رقم الحدیث: ۷۴۰۵ دارالکتاب العربی بیروت) (صحیح مسلم، کتاب: الذکر، باب: الحث علی ذکر اللہ تعالیٰ، رقم الحدیث: ۶۸۰۵ دارالکتاب العربی بیروت) (مسند احمد، رقم الحدیث: ۱۱۴۵۲)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہوں اور میں اُس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ میرا ذکر کرتا ہے اور اگر وہ مجھے تنہا یاد کرے تو میں اُسے تنہا یاد کرتا ہوں اور اگر وہ میرا ذکر مجمع (محفل) میں کرے تو میں اُس مجمع (محفل) سے بہتر مجمع میں اُسے یاد کرتا ہوں۔''

ایک اور حدیث میں یہ الفاظ ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ما اجتمع قوم فی بیت من بیوت اللہ. یتلون کتاب اللہ. و یتدارسونہ بینہم. الا نزلت علیہم السکینۃ. و غشیتہم الرحمۃ و حفتہم الملائکۃ. و ذکرہم اللہ فیمن عندہ۔ الخ

(صحیح مسلم، کتاب: الذکر، باب: فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن، رقم الحدیث: ۶۸۵۳ دارالکتاب العربی بیروت) (سنن ابن ماجہ، المقدمۃ، باب: فضل العلماء والحث علی طلب العلم، رقم الحدیث: ۲۲۵ دارالسلام ریاض) (مسند احمد، رقم الحدیث: ۷۴۲۶)

ترجمہ: ''جو قوم اللہ عزوجل کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہوتی ہے (تاکہ) کتاب اللہ کی تلاوت کریں اور ایک دوسرے کو اُس کا درس دیں تو اُن پر سکینہ اترتا ہے اور اُن کی رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے اپنے پروں میں اُن کو چھپا لیتے ہیں اور اللہ عزوجل اُن کا ذکر اُن فرشتوں میں فرماتا ہے جو اُس کے پاس ہیں۔''

دونوں احادیث میں واشگاف الفاظ میں بیان ہوا کہ جب بندے کوئی محفل، کوئی اجتماع اللہ رب العزت کے ذکر اور قرآن کی تلاوت کے لیے منعقد کرتے ہیں تو اللہ رب العزت اُن ذاکرین کے اعزاز و اکرام کے لیے ملائکہ میں ایک محفل اور اجتماع منعقد فرما کر اُن کا ذکر جمیل فرماتا ہے۔ سو اگر عام ذاکرین کے لیے محفل ذکر کا انعقاد افلاک کی بلندیوں پر ہوسکتا ہے۔ تو وہ محبوب جو باعث تخلیق کائنات اور اللہ رب العزت کا مقصود اصلی ہیں۔ جن کی خاطر بزم کون و مکاں سجی، جن کو اللہ رب العزت نے اپنے نور مطلق اور حسن مطلق کی تجلیات کا مشاہدہ کروایا۔

جن کے توسل سے اس کائنات میں ذکر الٰہی عزوجل کی محفلیں سجیں اُس محبوب کے ذکر کی محفل کا انعقاد اللہ رب العزت کی جانب سے آسمانوں پر کیوں نہ ہوتا ہوگا؟

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فرش والے تری شوکت کا علو کیا جانیں

خسروا عرش پہ پھرتا ہے پھریرا تیرا

عالم ارواح میں محفلِ ذکرِ مصطفیٰ ﷺ

تیسری دلیل

رب العزت نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کی عظمت وشوکت، محبوبیت و وجاہت اور اصالت نبوت کے اظہار کے لیے عالم ارواح میں ایک عظیم الشان محفل منعقد فرمائی۔ جس میں ارواح انبیاء ورسل علیہم السلام کو مدعو فرمایا۔ اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زینت محفل اور شمع بزم انبیاء بنا کر خود انبیاء علیہم السلام سے خطاب فرمایا۔ وہ مقدس خطاب کیا ہے؟ قرآن مجید کی یہ آیت ملاحظہ فرمائیں:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۸۲﴾ (اٰل عمران: ۸۲-۸۱)

ترجمہ: ''اور یاد کرو جب اللہ نے انبیاء سے پختہ وعدہ لیا کہ جو میں تم کو

کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ
رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس
پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا فرمایا کیوں تم نے
اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا سب نے عرض کی ہم نے
اقرار کیا فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں خود تمہارے
ساتھ گواہوں میں ہوں تو جو کوئی اس کے بعد پھرے تو وہی
لوگ فاسق ہیں۔''

اس آیت کریمہ میں عظمت مصطفوی ﷺ کے بحر ذخار طلاطم خیز ہیں۔ اللہ رب العزت نے عالم ارواح میں محفل سجا کر انبیاء علیہم السلام سے پختہ وعدہ لیا کہ اگر ان کے زمانہ نبوت میں میرا حبیب ﷺ جلوہ گر ہو جائے تو سب پر لازم ہے کہ وہ میرے حبیب پر ایمان لائیں۔ اُن کی نصرت اور مدد کریں اور اپنی اتباع اور پیروی کی بجائے میرے حبیب کی پیروی کا حکم دیں۔ جس کو حضور نبی مکرم ﷺ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا:

والذی نفس محمد بیدہ. لو بدالکم موسیٰ
فاتبعتموہ و ترکتمونی لضللتم عن سوآء
السبیل. ولو کان حیا و ادرک نبوتی لاتبعنی۔

(سنن دارمی، جلد ۱ صفحہ ۱۲۶، رقم الحدیث: ۴۴۵، مشکوۃ المصابیح: ۱۹۴)

ترجمہ: ''اُس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں محمد (ﷺ) کی
جان ہے۔ اگر تم میں موسیٰ (علیہ السلام) ظاہر ہو جائیں اور تُم ان کی
پیروی کرو اور مجھے چھوڑ دو تو راہ راست سے گمراہ ہو جاؤ گے اور
اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے اور میری نبوت کو پاتے تو ضرور وہ

میری اتباع کرتے۔''

اور پھر اس وعدہ کو اتنا موکد کیا کہ انبیاء سے گواہی لی اور پھر خود اپنی ذات کو اس میثاق نبوت محمدی ﷺ پر گواہ قرار دیا۔ اور آخر میں وعید بھی ذکر فرما دی کہ (بالفرض) اگر تم میں سے کسی ایک نے اس عہد و پیمان کو توڑا اور میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع و پیروی اور نصرت و تائید سے روگردانی کی تو یاد رکھو کہ میرا حبیب چونکہ میرا مقصود اصلی ہے اور میں نے اپنے حبیب کو محبوبیت کبریٰ کا تاج پہنایا ہے، لہٰذا تمہارا نبی ہونا تو درکنار، تمہارا شمار نافرمانوں اور فاسقوں میں سے ہو جائے گا۔

قارئین! اگرچہ انبیاء علیہم السلام سے اس عہد و میثاق کے نقض کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا لیکن اندازہ فرمائیں کہ اللہ رب العزت نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کی علو مرتبت کے اظہار کے لیے کتنا سخت عہد لیا۔ اور عالم ارواح میں محفلِ ذکر مصطفیٰ ﷺ کا منعقد ہونا اس بات کی واضح اور بین دلیل ہے کہ محفل ذکر مصطفی ﷺ کا انعقاد سنت الٰہیہ ہے۔

چوتھی دلیل

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَرَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ ۝۴ (الانشراح:۴)

ترجمہ: ''اور اے محبوب ہم نے تمہاری رضا کے لیے تمہارے ذکر کو بلند فرما دیا ہے۔''

امام قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ فرماتے ہیں کہ

''روی ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ. ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال: اتانی جبریل

علیه السلام. فقال: ان ربی و ربك یقول: تدری کیف رفعت ذکرك؟ قلت: الله و رسوله اعلم. قال: اذا ذکرت ذکرت معی۔"

قال ابن عطاء: جعلت تمام الایمان بذکری معك و قال ایضاً: جعلتك ذکرا من ذکری. فمن ذکرك ذکرنی۔ و قال جعفر بن محمد الصادق: لا یذکرك احد بالرسالة الا ذکرنی بالربوبیة۔

(الشفاء، صفحہ ۱۷، رقم الحدیث:۹، دار ابن حزم بیروت)

ترجمہ: ''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میرے پاس جبرائیل امین علیہ السلام آئے اور انہوں نے کہا: بے شک میرا رب اور آپ کا رب فرماتا کہ محبوب تم جانتے ہو کہ میں نے تمہارا ذکر کیسے بلند کیا؟ میں نے کہا: اللہ اور اُس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: جب میرا ذکر کیا جائے گا تو تمہارا ذکر میرے ساتھ کیا جائے گا۔''

امام ابن عطا نے فرمایا:

''میں نے ایمان کا کمال اس میں رکھا ہے کہ آپ کا ذکر میرے ساتھ کیا جائے۔''

انہی نے فرمایا:

(ارشاد ربانی کا معنیٰ ہے) کہ محبوب میں نے آپ کو اپنے ذکر میں سے ایک ذکر بنا دیا ہے۔ پس جس نے آپ کا ذکر کیا اُس نے میرا ذکر کر لیا۔''

امام الائمہ، امام جعفر الصادق رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے متعلق فرمایا:

''(گویا ارشادِ ربانی ہے) کہ جو بھی آپ کی رسالت کا ذکر کرے گا اُس نے میری ربوبیت کا ذکر کرلیا۔''

یہی امام قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نقل فرماتے ہیں:

قال قتادة: رفع الله ذكره في الدنيا والآخرة فليس خطيب ولا متشهد ولا صاحب صلاة الا يقول: اشهد ان لا اله الا الله و ان محمدا رسول الله۔" (الشفاء صفحہ ۱۶، دار ابن حزم)

ترجمہ: ''حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر کو دنیا اور آخرت میں بلند فرمایا پس کوئی خطیب، اور کوئی تشہد پڑھنے والا اور کوئی نمازی ایسا نہیں جو یہ کلمہ نہ پڑھتا ہو۔ اشهد ان لا اله الا الله و ان محمدا رسول الله۔''

حدیث جبرائیل علیہ السلام میں تصریح ہے کہ جہاں اور جب اللہ رب العزت کا ذکر کیا جائے گا وہاں اور اُس وقت اُس کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر بھی ساتھ کیا جائے گا۔ اور کائنات کی ہر شے خواہ ملائکہ ہوں، جمادات ہوں، نباتات ہوں۔ حیوانات یا جن وانس ہوں اللہ رب العزت کے ذکر، اُس کی تسبیح وتحمید میں محو ہے۔ قرآن مجید میں ارشادِ ربانی ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ۭ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۝ (النور: ۴۱)

ترجمہ: ''کیا تو نہیں جانتا کہ بے شک اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں جو

آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں اور پرندے پر پھیلائے، ہر ایک کو اس کی نماز اور تسبیح کا علم ہے اور اللہ خوب جانتا ہے جو وہ کام کرتے ہیں۔"

ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ۚ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ۗ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۴﴾ (بنی اسرائیل:۴۴)

ترجمہ:" اسی کی پاکی بولتے ہیں ساتوں آسمان اور زمین اور جو کوئی ان میں ہیں اور کوئی چیز نہیں جو اُس کی حمد کے ساتھ پاکی بیان نہ کرے اور لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔ بے شک وہ حلم والا بخشنے والا ہے۔"

معلوم ہوا کہ کائنات کی ہر شے اپنے خالق جل مجدہ کی تسبیح، تقدیس، تحمید اور اس کے ذکر میں محو ہے اور اسی مالک ذوالمجد والعلیٰ کا اعلان ہے "اذا ذکرت ذکرت معی" کہ محبوب تم مجھے اتنے عزیز ہو۔ اور تمہاری قدر و منزلت میری بارگاہ میں اتنی بلند ہے کہ میں تمہارے ذکر کو بھی اپنے ذکر سے جدا کرنا پسند نہیں فرماتا لہٰذا کائنات میں جب میرا ذکر ہوگا تو محبوب تمہارا ذکر میرے ساتھ ہوگا۔ تو گویا یہ کائنات ایک محفل و اجتماع جس میں ہمہ وقت ذکر خدا اور ذکر مصطفی جاری و ساری ہے۔ وہابیہ اگر ایک محدود حصہ میں محفل ذکر مصطفی ﷺ کو روکنے کی کوشش کریں تو کائنات کی کس کس جگہ سے محفل ذکر مصطفی کو روکیں گے۔

عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے
یہ گھٹائیں اُسے منظور بڑھانا تیرا

تو گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے گا
جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا

جب مالک جل مجدہ کا منشاء اور مقصود ذکرِ مصطفی ﷺ کی رفعت اور بلندی ہے تو کائنات کی کونسی قوت اور طاقت ذکر مصطفی ﷺ کو مٹا سکتی ہے۔ ما شاء اللہ کان ومالم یشالم یکن۔

قارئین! یہ تو ہے وہ صورت کہ اللہ رب العزت کے اسم جلالت کے ساتھ اُس کے حبیب مکرم ﷺ کا ذکر ہوگا۔ اللہ رب العزت نے اپنے حبیب علیہ السلام پر اسی کرم تک بس نہیں کی بلکہ اس سے بھی اپنے حبیب مکرم ﷺ کی شان اقدس کو بڑھایا اور وہ اس طرح کہ اپنے حبیب علیہ السلام کے ذکر کو خود اپنا ذکر قرار دے دیا جس کو امام ابن عطا نے ان الفاظ میں بیان کیا۔ "جعلتك ذكرا من ذكرى فمن ذكرك ذكرني" سبحان اللہ! کیا شان کرم وعطا ہے کہ جس طرح حبیب کریم علیہ السلام کی اطاعت کو اپنی اطاعت، حبیب کی نافرمانی کو اپنی نافرمانی، حبیب کی رضا کو اپنی رضا، حبیب کی ناراضگی کو اپنی ناراضگی، حبیب کی طرف ہجرت کو اپنی طرف ہجرت قرار دیا اسی طرح اپنے حبیب کے ذکر کو اپنا ذکر قرار دیا۔ سو اب محفل ذکر مصطفی ﷺ منعقد کرنا دراصل محفل ذکر خدا عزوجل کا انعقاد ہے۔ اور حضور اقدس علیہ السلام کے حسن و جمال کمالات ومعجزات اور محامد ومحاسن کو بیان کرنا دراصل شان خدا کو بیان کرنا ہے۔ سو جو محفل ذکر مصطفی ﷺ سے منع کرے اور اُس پر پابندی لگائے اُسے جان لینا چاہیے کہ وہ صرف حضور کے ذکر پر پابندی نہیں لگا رہا بلکہ اس واسطہ سے اُس نے خدا کے ذکر سے بھی روکا ہے اور اُس پر بھی پابندی لگائی ہے۔ اور جس نے اللہ رب العزت کے ذکر سے روکا اُس کی وعید قرآن سے سنیے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ

ترجمہ: ''اور اُس سے بڑھ کر ظالم کون ہے کہ جو اللہ کی مساجد میں اُس کے ذکر سے منع کرے۔''

اور عقلی اعتبار سے غور کریں کہ اگر ایک کاریگر کی بنائی ہوئی مصنوعات کی تعریف اُس کے سامنے کریں اور اُس کی خوبیاں بیان کریں تو وہ کاریگر قطعاً اُس پر ناراض نہیں ہوگا کہ یہ تو میری مصنوعات کی تعریف کرتا ہے اور میری تعریف نہیں کرتا، بلکہ وہ اس پر خوش ہوگا کہ مصنوعات کی خوبصورتی دراصل اُسی کاریگر کا کمال ہے۔ سو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس قدرت الٰہی عزوجل کا شاہکار اتم ہے۔ اور حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس کو اللہ رب العزت جمیع کمالات اور حسن و جمال کا پیکر اور جامع بنا دیا ہے۔

سمجھا نہیں ہنوز میرا عشق بے ثبات
کہ تو کائنات حسن ہے یا حسن کائنات

سو جو شخص حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رعنائی و زیبائی، تصرفات و اختیارات اور محاسن جمیلہ، مجمعوں اور محفلوں میں بیان کرے تو درحقیقت وہ اللہ رب العزت کی قدرت کاملہ اور اُس کی شان عطاوکرم کو بیان کر رہا ہے۔

پانچویں دلیل

محفل ذکر مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے استحسان و استحباب کی پانچویں دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿۷۹﴾ (بنی اسرائیل:۷۹)

ترجمہ: ''(اے محبوب) عنقریب آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا۔''

قیامت کا دن بڑا ہولناک اور اندوہ ناک دن ہوگا اُس دن غضب الٰہی عزوجل کا ظہور تام ہوگا۔ آسمان گلاب کے پھول کی طرح سرخ ہوگا۔ سورج سوا نیزے پر ہوگا۔ زمین پر بڑی شدت کے زلزلے ہوں گے۔ اور تمام مخلوقات، اولین وآخرین میدانِ محشر میں جمع ہوں گے۔ قرآن مجید میں ارشادِ ربانی ہے:

قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ ۝۴۹ لَمَجْمُوْعُوْنَ ۙ اِلٰی مِیْقَاتِ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۝۵۰ (الواقعہ: ۵۰-۴۹)

ترجمہ: ''حبیب تم فرماؤ بے شک اولین اور آخرین معلوم دن کے مقررہ وقت پر ضرور جمع ہوں گے۔''

ایک طرف رسل، انبیاء، ملائکہ، اولیاء اور جمیع امم کے مومنین ہوں گے۔ دوسری طرف، تمام کفار ومشرکین اور منافقین جن کے دلوں میں بغض وعداوت مصطفی ﷺ ہے اور جو منکر نبوت وعظمت مصطفی ﷺ ہیں اور جو رب کے حبیب کا ذکر سننا گوارا نہیں کرتے وہ سب جمع ہوں گے۔ یہ مجمع تمام مخلوقات کا مجمع ہوگا۔ اللہ رب العزت تمام مخلوقات بالخصوص معاندین ومنکرین کو اپنے حبیب مکرم ﷺ کی علو مرتبت اور عزت وکرامت دکھائے گا کہ اس محبوب ﷺ کی وجاہت اور عظمت اللہ رب العزت کی بارگاہ میں کتنی بلند ہے۔ ملائکہ کو حکم ہوگا کہ عرش کی دائیں جانب میرے حبیب کی مسند ناز رکھی جائے۔ امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: انا اول من تنشق عنه الارض فاکسی حلة من حلل الجنة ثم اقوم عن یمین العرش لیس احد من الخلائق یقوم ذلك

المقام غیری۔

(سنن الترمذی، کتاب: المناقب، باب: فی فضل النبی ﷺ، رقم الحدیث: ۳۶۱۱)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ میں سب سے پہلا ہوں جس سے زمین شق ہوگی پس مجھے جنت کے حلوں میں سے ایک حلہ پہنایا جائے گا پھر میں عرش کی دائیں جانب کھڑا ہوں گا اور تمام مخلوق میں سے کوئی میرے سوا وہاں کھڑا نہ ہوگا۔''

امام بغوی علیہ الرحمۃ کی روایت میں ہے کہ آپ کی مسند عرش معلیٰ پر بچھائی جائے گی اور آپ علیہ السلام اس پر جلوہ افروز ہوں گے۔

یجلسه علی العرش۔ (تفسیر بغوی)

ترجمہ: ''اللہ رب العزت آپ علیہ السلام کو عرش پر بٹھائے گا۔''

مصطفی جانِ رحمت ﷺ پوری شان و تمکنت کے ساتھ اپنی مسند آرا پر رونق افروز ہوں گے۔ جمال محمدی ﷺ سے حجابات اٹھا دیئے جائیں گے۔ عرصات محشر حسن مصطفی ﷺ کی ضیا پاشیوں سے منور و تاباں ہوگا۔ جب تمام مخلوق بالخصوص معاندین و منکرین، اور بغض و عناد رکھنے والے اور ذکر مصطفی ﷺ کو مٹانے کی کوشش کرنے والے حضور اقدس علیہ السلام کی یہ خداداد منزلت، وجاہت، عظمت اور عزت دیکھیں گے کہ آج کا دن جو تنہا خدا عزوجل کا دن ہے۔

''لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ؕ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝۱۶'' (غافر: ۱۶)

ترجمہ: ''آج کس کی بادشاہی ہے۔ ایک اکیلے اللہ کی جو غالب ہے۔''

جس دن سب مخلوق لرزاں و ترساں ہوگی۔ غضب الٰہی عزوجل کی شدت کی وجہ سے ملائکہ اور روح الامین کو بھی یارائے تکلم نہ ہوگا۔

يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۛ لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا﴿۳۸﴾ (النبأ: ۳۸)

ترجمہ: ''جس دن روح اور ملائکہ صف باندھے کھڑے ہوں گے کوئی کلام نہیں کر سکے گا مگر وہ جس کو رحمن اذن عطا فرمائے گا اور وہ درست بات کہے گا۔''

جب سب انبیاء علیہم السلام جن میں خلیل وکلیم علیہما الصلوٰۃ والسلام بھی ہوں گے۔ ''نفسی نفسی'' پکاریں گے۔ اُس مجمع حشر میں اللہ رب العزت اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سرعرش بٹھائے گا۔ اور جب تمام مخلوق حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ مقام ومرتبہ دیکھے گی تو سب مخلوق حضور اقدس علیہ السلام کی حمد وثناء میں مصروف ہوجائے گی۔

امام طبرانی اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فيومئذ يبعثه الله مقاما محمودا يحمده اهل الجمع كلهم.

(المعجم الاوسط جلد ۸ صفحہ ۳۱۱، رقم الحدیث: ۸۷۲۵، مسند الفردوس جلد ۲ صفحہ ۳۷۷، رقم الحدیث: ۳۶۷۷)

ترجمہ: ''اس روز اللہ تعالیٰ، حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا اس روز تمام اہلِ محشر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حمد وثناء میں ہوں گے۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

ان يقيمك ربك مقاما محمودا مقام الشفاعة يحمدك الاولون والأخرون.

(تنویر المقباس من تفسیر بن عباس صفحہ ۲۴۰)

ترجمہ: ''آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رب کا آپ کو مقام محمود پر کھڑا کرنا مقام

شفاعت ہے، جس جگہ اولین وآخرین آپ کے لیے محو ثناء ہوں گے۔"

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

یحمدك فیه الاولون والآخرون۔ (تفسیر الجلالین صفحہ ۲۹۰)

ترجمہ: "جس جگہ اولین وآخرین آپ علیہ السلام کی حمد کریں گے۔"

امام بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

فیومئذ یبعثه الله مقاما محمودا. یحمده اهل الجمع کلهم۔

(صحیح بخاری، کتاب: الزکاۃ، باب: من سال الناس، رقم الحدیث: ۱۴۷۵ دار الکتاب العربی بیروت)

ترجمہ: "پس یہ وہ دن ہوگا جس میں اللہ ذو المجد والعلیٰ اپنے حبیب مکرم ﷺ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا اور تمام اہلِ محشر حضور اقدس علیہ السلام کی حمد وثناء کریں گے۔"

حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ نے مقام محمود کا معنیٰ بیان کرتے ہوئے بڑی نفیس اور اعلیٰ بات کہی۔

یحمدك فیه الخلائق کلهم و خالقهم تبارك و تعالیٰ۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۲ صفحہ ۱۳۸۰)

ترجمہ: "روزِ قیامت آپ کو اُس مقام پر فائز کیا جائے گا جس پر تمام مخلوقات اور خود خالقِ کائنات بھی آپ کی حمد وثناء بیان فرمائے گا۔"

اللہ، اللہ اُس روز عظمت مصطفی ﷺ نکھر کر سامنے آئے گی۔ یہاں دنیا میں تو بہت سوں نے عظمت مصطفی ﷺ کا انکار کیا لیکن اُس دن میں کسی کو مجال انکار نہ ہوگی۔ ہر زبان ذکر مصطفی ﷺ میں محو ہوگی ہر دل پر عظمت مصطفی ﷺ کا نقش،

منقش ہوگا۔ اور پھر اُس بھرے مجمع میں اللہ رب العزت جو سب کا مذکور و مطلوب، مقصود و مسجود ہے۔ اپنے حبیب مکرم ﷺ کی حمد وثناء فرمائے گا۔ سو یہ وہابیہ جو آج ذکر مصطفی ﷺ کی محافل سے روکتے ہیں اور پابندیاں لگاتے ہیں انہیں قیامت میں جب اس قدر عظیم ذکر مصطفی ﷺ کی محفل نظر آئے گی تو انہیں اپنے کرتوتوں پر کتنی ندامت و پشیمانی ہوگی۔

آج لے اُن کی پناہ، آج مدد مانگ اُن سے
کل نہ مانیں گے قیامت کو اگر مان گیا
رہے گا یونہی ان کا چرچا رہے گا
پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے
حشر تک ڈالیں گے ہم پیدائش مولا کی دھوم
مثل فارس نجد کے قلعے گراتے جائیں گے
اور نعت خوانی موت بھی ہم سے چھڑا سکتی نہیں
قبر میں بھی مصطفی کے گیت گاتے جائیں گے
خاک ہو جائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضاؔ
دم میں جب تک دم ہے ذکر اُن کا سناتے جائیں گے

محفلِ ذکرِ مصطفیٰ ﷺ سنت مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

یہاں تک قارئین پر علی وجہ البصیرۃ واضح ہو چکا کہ علو ذکر مصطفیٰ ﷺ اللہ رب العزت کا مطلوب و مقصود اور محافل ذکر مصطفی ﷺ کا انعقاد سنت ایزدی ہے۔ اب یہ بھی ملاحظہ فرمائیں کہ خود حضور نبی مکرم ﷺ نے صحابہ کرام کے مجمع میں اپنی خداداد عظمت اور منزلت کو امتثال امر الٰہی عزوجل کے لیے بیان فرمایا۔ اللہ رب

العزت نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کو حکم دیا۔

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ﴿۱۱﴾ (الضحیٰ:۱۱)

ترجمہ: ''اور (اے محبوب) اپنے رب کی نعمت کو خوب بیان کرو۔''

یعنی محبوب جو ہم نے آپ پر احسان فرمائے، فضل و کرم، الطاف و عنایات فرمائی ہیں۔ اور جو آپ کو علوم و معارف اور اختیارات و تصرفات عطا کیے ہیں انہیں کھول کر بیان واضح کے ساتھ اپنے غلاموں میں بیان کرو تا کہ عظمت محمدی ﷺ کے وضوح میں کسی قسم کا ابہام و اجمال باقی نہ رہے اور پوری دنیا کے سامنے مقام مصطفیٰ ﷺ نکھر کر سامنے آئے۔ اس موضوع پر کثیر احادیث موجود ہیں لیکن طوالت کے خوف کی وجہ سے صرف چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

چھٹی دلیل

عن المطلب ابن ابی وداعة قال جاء العباس إلی رسول الله صلی الله علیه وسلم فکانه سمع شیئا۔ فقام النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم علی المنبر فقال: من انا. قالوا: انت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم. فقال: انا محمد بن عبدالله بن عبدالمطلب، ان الله خلق الخلق، فجعلنی فی خیرهم فرقة، ثم جعلهم فرقتین، فجعلنی فی خیرهم فرقة، ثم جعلهم قبائل، فجعلنی فی خیرهم قبیلة، ثم جعلهم بیوتا، فجعلنی فی خیرهم بیتا، و خیرهم نفسا۔

(سنن الترمذی، کتاب: المناقب، باب: ماجآء فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم، رقم الحدیث: ۳۶۰۸، و فی کتاب الدعوات، رقم الحدیث: ۳۵۳۲) (مسند احمد، مسند بنی ہاشم، جلد ۲ صفحہ ۱۱، رقم الحدیث: ۱۸۱۲، دار الکتب العلمیۃ)
(دلائل النبوۃ جلد ۱ صفحہ ۱۴۹، کنز العمال، رقم الحدیث: ۳۱۹۵۰)

ترجمہ: ''حضرت مطلب بن ابی وداعہ سے روایت ہے کہ حضرت عباس، نبی مکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے گویا کہ انہوں نے کچھ سنا۔ پس نبی مکرم ﷺ منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور فرمایا۔ میں کون ہوں؟ سب نے عرض کی۔ آپ اللہ عزوجل کے رسول ہیں۔ آپ پر سلام ہو۔ فرمایا میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں بے شک اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو مجھے ان کے بہترین گروہ میں رکھا۔ پھر جب اُن کو دو گروں میں تقسیم کیا تو مجھے بہترین گروہ میں رکھا پھر جب اُن کو قبائل میں تقسیم کیا تو مجھے بہترین قبیلہ میں رکھا پھر جب اُن کو گھروں میں تقسیم کیا تو مجھے بہترین گھر میں رکھا اور اُس گھر میں سب سے بہتر میری ذات کو بنایا۔''

وہابیہ کا نظریہ یہ ہے کہ خطبات میں صرف حضور نبی مکرم ﷺ کی سیرت و کردار اور آپ کی سنتوں کو بیان کیا جائے۔ باقی فضائل و مناقب، اور عظمت محمدی ﷺ کے بیان سے انہیں نفرت ہے۔ اس حدیث میں غور کریں کہ سرکار اقدس علیہ السلام نے اپنے خطاب میں کون سے احکام شرعیہ اور سیرت طیبہ کو بیان فرمایا ہے۔ یا اس خطاب میں کون سے وظائف و اعمال بیان کیے ہیں؟ لاریب ان موضوعات پر خطاب بھی سنت مصطفی ﷺ ہے اور یہ موضوعات بھی ہماری سر آنکھوں پر ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ وہابیہ کو کیا یہ سنت نظر نہیں آتی؟ کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجمع صحابہ

میں اپنے فضائل ومناقب خود اپنی زبان اقدس سے بیان فرمائے۔ یہاں مجمع کی قید اس لیے لگائی کہ حضور اقدس علیہ السلام منبر پر جلوہ افروز ہوئے تو اگر دو چار افراد ہوتے تو منبر پر قیام کی ضرورت پیش نہ آتی۔ حضور اقدس علیہ السلام کا منبر پر جلوہ افروز ہو کر خطاب کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ مسجد نبوی میں صحابہ کرام کا جم غفیر موجود تھا۔ اُس محفل اور مجمع میں حضور اقدس علیہ السلام خود اپنی زبان اقدس سے اپنے فضائل بیان فرما رہے ہیں۔ سو وہابیہ کو چاہیے کہ وہ اس سنت پر بھی عمل کرتے ہوئے محافل واجتماعات میں حضور اقدس علیہ السلام کے محامد ومحاسن بیان کریں وگرنہ کتمان کی وہی سزا ہے جو اللہ رب العزت نے یہود ونصاریٰ کے متعلق بیان فرمائی۔ جس کا ذکر پچھلے صفحات میں موجود ہے۔

ساتویں دلیل

عن عقبة بن عامر. ان النبی صلی الله علیه وسلم خرج یوما. فصلّٰی علی اهل احد صلاته علی المیت. ثم انصرف إلی المنبر فقال: "انی فرط لکم و انا شهید علیکم. و انی والله لانظر إلی حوضی الاٰن. و انی اعطیت مفاتیح خزائن الارض. و انی والله ما اخاف علیکم ان تشرکوا بعدی. ولکن اخاف علیکم ان تنافسوا فیها.

(صحیح بخاری، کتاب: الجنائز، باب: الصلوۃ علی الشہید، رقم الحدیث: ۱۳۴۴) (صحیح بخاری، اطراف الحدیث: ۳۵۹۶، ۴۰۴۲، ۴۰۸۵، ۶۴۲۶، ۶۵۹۰) (صحیح مسلم، کتاب: الفضائل، باب: اثبات حوض نبینا صلی اللہ علیہ وسلم وصفاتہ، رقم الحدیث: ۵۹۷۶، ۵۹۷۷) (شرح مشکل الآثار، رقم الحدیث: ۴۹۰۸، صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: ۳۱۹۸، المعجم الکبیر، جلد ۱۷ صفحہ ۲۷۶، سنن بیہقی جلد ۴ صفحہ ۱۴، شرح السنۃ، رقم الحدیث: ۳۸۲۳، مسند ابو

یعلی، رقم الحدیث: ۱۷۴۸، مسند احمد، رقم الحدیث: ۱۷۳۴۴، جامع المسانید ابن جوزی، رقم الحدیث: ۹ـ۵۳)

ترجمہ: ''حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم ﷺ ایک دن تشریف لائے اور آپ نے اہلِ احد پر اس طرح نماز پڑھی جیسے میت پر پڑھتے ہیں پھر آپ منبر کی طرف مڑے اور فرمایا میں تمہارا پیش رو اور تم پر گواہ ہوں اور بے شک اللہ جل مجدہٗ کی قسم! میں اپنے حوض کو اس وقت دیکھ رہا ہوں اور بے شک مجھے تمام زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا کی گئی ہیں اور اللہ عزوجل کی قسم! مجھے تمہارے اوپر یہ خوف نہیں کہ تم میرے بعد شرک کرو گے لیکن مجھے تم پر یہ خوف ہے کہ تم دنیا میں رغبت کرو گے۔''

اس حدیث میں دلیل ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے اپنے علوم ومعارف کی فراوانی اور اپنے خداداد تصرفات واختیارات کی وسعت کو بیان کیا اور منبر پر جلوہ افروز ہوکر خطاب فرمایا۔ معلوم ہوا کہ اُس وقت بھی صحابہ کرام کثیر تعداد میں موجود تھے اور سرکارِ اقدس علیہ السلام نے اُس مجمع اور محفل میں منبر پر تشریف فرما ہوکر اپنی عظمت وشان کو بیان فرمایا۔

آٹھویں دلیل

عن انس بن مالك رضى الله عنه: ان رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج حين زاغت الشمس. فصلى الظهر. فقام على المنبر. فذكر الساعة. فذكر ان فيها امورا عظاما. ثم قال: من احب

ان یسأل عن شیء فلیسأل. فلا تسالونی عن شیء الا اخبرتکم. مادمت فی مقامی هذا. فاکثر الناس فی البکاء. و اکثر ان یقول: سلونی. فقام عبدالله بن حذافة السهمی فقال: من ابی، قال: ابوك حذافة. ثم اکثر ان یقول: سلونی. فبرك عمر علی رکبتیه فقال: رضینا بالله ربا و بالاسلام دینا و بمحمد نبیا فسکت. ثم قال: عرضت علی الجنة والنار آنفا فی عرض هذا الحائطه فلم ار کالخیر والشر.

(صحیح بخاری، کتاب: مواقیت الصلوٰۃ، باب: وقت الظہر عند الزوال، رقم الحدیث: ۵۴۰ دارالکتاب العربی بیروت) (صحیح بخاری، اطراف الحدیث: ۹۳، ۷۴۹، ۶۳۶۲، ۶۳۶۸، ۶۴۲۱، ۷۰۸۹، ۷۰۹۰، ۷۰۹۱، ۷۲۹۴، ۷۲۹۵) (صحیح مسلم، کتاب: الفضائل، باب: توقیرہ صلی اللہ علیہ وسلم وترک اکثار سوالہ مالاضرورۃ الیہ، رقم الحدیث: ۶۱۲۱، ۶۱۲۲) (مسند احمد، رقم الحدیث: ۱۲۶۸۱، مسند ابویعلی، رقم الحدیث: ۳۲۰۱، صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: ۱۰۶، معجم الاوسط، رقم الحدیث: ۹۱۵۵، السنن الکبریٰ للنسائی، رقم الحدیث: ۱۱۵۴)

ترجمہ: ''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سورج کے ڈھلنے کے وقت تشریف لائے اور ظہر کی نماز پڑھائی پس جب سلام پھیرا تو منبر پر جلوہ افروز ہوئے پھر قیامت کا اور بڑے بڑے واقعات جو قیامت سے پہلے رونما ہونے والے تھے اُن کا ذکر فرمایا پھر ارشاد فرمایا جو شخص کسی بھی شے کے متعلق سوال کرنا چاہتا ہے۔ وہ سوال کرے پس خدا کی قسم! تم مجھ سے کسی بھی چیز کے متعلق سوال نہیں کرو گے مگر میں

تمہیں اپنے اس مقام پر کھڑے اُس کی خبر دوں گا۔ حضرت
انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے بہت زیادہ رونا شروع کر
دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت کے ساتھ فرمانے لگے مجھ سے
پوچھو۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے عرض کی:
یارسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ فرمایا: تیرا باپ حذافہ ہے پھر
بار بار فرماتے رہے کہ مجھ سے پوچھو۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ
گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور عرض کی: ہم اللہ عزوجل کے رب
ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی
ہونے پر راضی ہیں یہ سن کر نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے اور
فرمایا: ابھی ابھی جنت اور دوزخ اس دیوار کے سامنے مجھ پر
پیش کی گئیں تو آج کی طرح میں نے خیر اور شر کو کبھی نہیں دیکھا۔''

بعض روایات میں ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غیب پر مطلع ہونے پر منافقین نے اعتراض کیا تو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجمع صحابہ میں منبر پر جلوہ افروز ہو کر اپنی شان علمی کو بیان فرمایا۔ بحر علم مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم طلاطم خیز تھا۔ اعلان فرما دیا کہ قیامت تک جس چیز کے متعلق مجھ سے سوال کرو گے خدا کی قسم! میں اسی مجلس اور محفل میں کھڑے اس کو بیان فرماؤں گا۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ جب منافق حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم عظیم کی وسعت کا انکار کریں اور اُس پر اعتراض کریں اور شیطان لعین کے علم کو علم مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سے زائد مانیں تو مجالس و محافل کا انعقاد کر کے وسعت علم مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان کرنا سنت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

نویں دلیل

عن اسماء. قالت اتیت عائشة وھی تصلی. فقلت: ما شان الناس؟ فاشارت إلى السمآء. فاذا الناس قیام. فقلت سبحان الله. قلت: ایة؟ فاشارت براسها: ای نعم. فقمت حتی تجلانی الغشی. فجعلت اصب علی راسی الماء فحمد الله عزوجل النبی صلی الله علیه وسلم واثنی علیه. ثم قال: "ما من شیء لم اکن اریته الا رایته فی مقامی. حتی الجنة والنار.

(صحیح بخاری، کتاب: العلم، باب: من اجاب الفتیا باشارۃ الیہ والراس، رقم الحدیث: ۸۶، دارالکتاب العربی بیروت) (صحیح بخاری، اطراف الحدیث: ۱۸۴، ۹۲۲، ۱۰۵۳، ۷۲۸۷) (صحیح مسلم، کتاب: الکسوف و صلاۃ، باب: ما عرض علی النبی صلی اللہ علیہ سلم فی صلاۃ الکسوف من امر الجنۃ والنار رقم الحدیث: ۹۰۵) (مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۴۶۹) (المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۳۱۶، سنن بیہقی جلد ۳ صفحہ ۳۳۸، شرح السنۃ: ۱۱۳۸، مسند ابوعوانہ جلد ۲ صفحہ ۳۷۰، صحیح ابن حبان: ۳۱۱۴، السنن الکبریٰ للنسائی: ۲۱۸۹، مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۳۴۶)

ترجمہ: ''حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی اس حال میں کہ وہ نماز پڑھ رہی تھیں میں نے کہا لوگوں کو کیا ہوا ہے؟ پس آپ نے آسمان کی طرف اشارہ کیا (یعنی سورج گہن تھا) اُس وقت سب لوگ نماز کے لیے کھڑے تھے۔ حضرت عائشہ نے کہا۔ سبحان اللہ! میں نے پوچھا یہ کوئی نشانی ہے؟ تو انہوں نے سر کے اشارہ سے جواب دیا کہ ہاں! پھر میں بھی کھڑی ہوگئی، حتیٰ کہ مجھ پر غشی چھانے

لگی تو میں اپنے سر پر پانی ڈالنے لگی، پھر نبی مکرم ﷺ نے اللہ عزوجل کی حمد وثناء کی اور فرمایا جس چیز کو بھی میں نے نہیں دیکھا تھا، اس چیز کو میں نے اس جگہ کھڑے دیکھ لیا یہاں تک کہ جنت اور دوزخ کو بھی۔''

اس حدیث میں بھی محفل ذکر مصطفی ﷺ کے استحباب واستحسان پر واضح دلیل ہے کیونکہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجمع صحابہ میں اپنی شان علمی اور وسعت رویت وبصارت کو بیان فرمایا۔

دسویں دلیل

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال: خطب النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد خطبات الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ الحمد للہ الذی ارسلنی رحمۃ للعالمین و کافۃ للناس بشیرا و نذیرا و انزل علی الفرقان فیہ تبیان کل شیء و جعل امتی خیر امۃ اخرجت للناس و جعل امتی وسطا وجعل امتی ھم الاولون والاخرون و شرح لی صدری و جعلنی فاتحا و خاتما۔

(مسند البزار، جلد ۱ صفحہ ۴۱، رقم الحدیث: ۵۵، مجمع الزوائد، جلد ۱ صفحہ ۶۹)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شب معراج انبیاء علیہم السلام کے خطبوں کے بعد حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے کہا۔ تمام تعریفیں اُس اللہ (ذوالمجد والعلیٰ) کے لیے جس

نے مجھے تمام جہانوں کے لیے رحمت اور تمام لوگوں کے لیے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا اور مجھ پر وہ فرقان نازل فرمایا جس میں ہر چیز کا روشن بیان ہے اور میری امت کو بہترین امت بنایا جو لوگوں کی بھلائی کے لیے ظاہر ہوئی اور میری امت کو امت وسط (معتدل) امت بنایا اور میری امت کو اول (قیامت میں) اور آخر (دنیا میں) بنایا اور میرا سینہ کھول دیا اور مجھے نبوت کی ابتدا کرنے والا اور نبوت کو ختم کرنے والا بنایا۔"

قارئین! یہ عظمت محمدی ﷺ کا وہ جامع خطبہ ہے جو حضور اقدس علیہ السلام نے انبیاء و رسل علیہم السلام کے مقدس مجمع میں اپنی زبان اقدس سے بیان فرمایا۔ اور اس محفل کا انتظام و انصرام خود اللہ رب العزت نے فرمایا تا کہ شب معراج انبیاء علیہم السلام اُس کے حبیب مکرم کا استقبال بھی کریں اور اس کے حبیب علیہ السلام کی شان و عظمت تمام انبیاء علیہم السلام پر واضح ہو اس طرح کہ تمام انبیاء علیہم السلام اُسے سن کر رب عزوجل کے حبیب مکرم ﷺ کی امامت کل، سیادت کل اور افضلیت مطلقہ کا اقرار و اعتراف بھی کر لیں۔ وہابیہ اہل سنت کی محافل پر تو بڑے شد و مد سے فتاوائے شرک و بدعت لگاتے ہیں تو کیا اس مقدس محفل ذکر مصطفی ﷺ پر بھی فتویٰ لگانے کی جرأت کریں گے؟ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

گیارھویں دلیل

عن ابن عباس رضی اللہ عنهما قال: جلس ناس من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ینتظرونه قال: فخرج حتی اذا دنا منهم سمعهم

يتذاكرون فسمع حديثهم. فقال بعضهم: عجبا
ان الله عزوجل اتخذ من خلقه خليلا. اتخذ
ابراهيم خليلا. و قال آخر: ماذا باعجب من
كلام موسٰى كلمه تكليما. و قال آخر: ماذا باعجب
من كلام موسٰى فعيسٰى كلمة الله و روحه. و قال
آخر: آدم اصطفاه الله. فخرج عليهم. فسلم و
قال: قد سمعت كلامكم و عجبكم ان ابراهيم
خليل الله. وهو كذٰلك. موسٰى نجي الله. وهو كذٰلك
و عيسٰى روحه. و كلمته. وهو كذٰلك. و آدم
اصطفاه الله وهو كذٰلك. الا و انا حبيب الله ولا
فخر. وانا حامل لواء الحمد يوم القيامة ولا فخر. و
انا اول من يحرك حلق الجنة فيفتح الله لي
فيدخلنيها. و معي فقراء المؤمنين ولا فخر. و انا
اكرم الاولين ولآخرين ولا فخر۔

(سنن الترمذی، کتاب: المناقب، باب: ما جاء فی فضل النبی ﷺ، رقم الحدیث: ۳۶۱۶ دار المعرفہ) (مسند دارمی، باب: ما اعطی النبی ﷺ من الفضل، رقم الحدیث: ۴۷)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ نے
فرمایا رسول اللہ ﷺ کے اصحاب بیٹھے ہوئے آپ کا انتظار کر
رہے تھے۔ فرمایا پھر حضور نبی مکرم ﷺ حجرہ مبارکہ سے نکلے
یہاں تک کہ جب آپ اُن سے قریب ہوئے تو آپ نے اُن کو
مذاکرہ کرتے ہوئے سنا۔ آپ اُن کی باتیں سنتے رہے۔ پس

کسی نے کہا، کتنی عجیب بات ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنی مخلوق میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا۔ دوسرے نے کہا اس سے بھی زیادہ تعجب خیز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا۔ ایک اور نے کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے کلمہ اور اُس کی طرف سے روح ہیں۔ کسی نے کہا آدم علیہ السلام کو اللہ عزوجل نے چن لیا پس نبی مکرم ﷺ اُن کے سامنے تشریف لائے اور سلام فرمایا اور ارشاد فرمایا۔ تحقیق میں نے تمہارا کلام اور تمہارا اظہار تعجب سنا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے خلیل ہیں تو بے شک اُن کی یہی شان ہے اور موسیٰ علیہ السلام اللہ عزوجل کے نجی ہیں بے شک اُن کی یہی شان ہے اور عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے روح اور اُس کا کلمہ ہیں اور اُن کی یہی شان ہے اور آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے ہیں بے شک اُن کی یہی شان ہے۔ خبردار میں اللہ عزوجل کا حبیب ہوں اور یہ بات بطور فخر نہیں کہہ رہا (بلکہ اظہارِ حقیقت کے لیے بیان کر رہا ہوں) اور میں قیامت کے دن حمد کا جھنڈا اٹھانے والا ہوں اور فخر نہیں اور میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور فخر نہیں اور میں سب سے پہلے جنت کے کنڈے پر دستک دوں گا پس اللہ تعالیٰ میرے لیے دروازہ کھولے گا اور مجھے (اعزاز و اکرام کے ساتھ) اُس میں داخل فرمائے گا اور میرے ساتھ فقیر مومن ہوں گے اور فخر نہیں اور میں اولین و آخرین میں سب سے زیادہ عزت پانے والا

ہوں اور فخر نہیں۔''

بارھویں دلیل

محافل اور اجتماعات میں حضور نبی مکرم ﷺ کی شوکت و سطوت اور وجاہت و منزلت کو بیان کرنا اور آپ کی حمد و ثناء کرنا صرف حضور اقدس علیہ السلام کی ہی سنت نہیں بلکہ صحابہ کرام بھی محافل و اجتماعات میں بڑے اہتمام اور تزک و احتشام سے سرکار اقدس علیہ السلام کی مدحت و ثناء پر مشتمل قصیدے پڑھتے، جسے دیگر صحابہ کرام سماعت کرتے اور حضور اقدس ﷺ اس پر خوشی و مسرت کا اظہار فرماتے اور اُس پر دعاؤں اور انعام و اکرام سے نوازتے۔ گویا کہ حضور اقدس علیہ السلام کے ذکر کی محفل کا انعقاد کرنا صرف سرکار کی سنت ہی نہیں صحابہ کی بھی سنت ہے اور اس پر صحابہ کرام کا اجماع و اتفاق ہے۔ اور جو محفل ذکر مصطفی ﷺ پر پابندی لگائے وہ جس طرح سنت مصطفی ﷺ کی مخالفت کر رہا ہے اُسی طرح وہ صحابہ کرام کے اجماع کا بھی مخالف ہے۔ اور سنیئے قرآن نے ایسے محروم و حرماں نصیب کے متعلق کیا فیصلہ صادر فرمایا؟ ارشادِ ربانی ہے:

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۖ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿۱۱۵﴾ (النساء:۱۱۵)

ترجمہ: ''جو رسول کی مخالفت کرے بعد اس کے کہ ہدایت اُس پر واضح ہو چکی اور مومنین کے راستہ کے خلاف چلے تو ہم اُسے اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرا ہے اور اُسے جہنم میں ڈالیں گے اور وہ کتنا برا ٹھکانہ ہے۔''

امام ترمذی، امام احمد بن حنبل اور امام حاکم نے روایت کیا۔

عن عائشة رضی الله عنها قالت: کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یضع لحسان منبرا فی المسجد. یقوم علیه قائما. یفاخر عن رسول الله صلی الله علیه وسلم او قال: ینافح عن رسول الله صلی الله علیه وسلم و یقول رسول الله صلی الله علیه وسلم: ان الله یؤید حسان بروح القدس ما یفاخر او ینافح عن رسول الله صلی الله علیه وسلم۔

(سنن الترمذی، کتاب: الادب عن رسول اللہ ﷺ، باب: ما جاء فی انشا الشعر، رقم الحدیث: ۲۸۴۶)(مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۷۲، رقم الحدیث: ۲۴۴۸۱، المستدرک جلد ۳ صفحہ ۵۵۴، رقم الحدیث: ۶۰۵۸، شرح معانی الآثار جلد ۴ صفحہ ۲۹۸، مسند ابو یعلیٰ جلد ۸ صفحہ ۱۸۹، رقم الحدیث: ۴۷۴۶، معجم الکبیر رقم الحدیث: ۳۵۸۰)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ مسجد نبوی میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لیے منبر رکھتے تھے جس پر وہ کھڑے ہو کر حضور نبی اکرم ﷺ کی طرف سے (مشرکین کے مقابلہ میں) فخر یا دفاع کرتے تھے۔ حضور نبی مکرم ﷺ فرماتے: بے شک اللہ تعالیٰ روح القدس کے ذریعے حسان کی مدد فرماتا رہے گا۔ جب تک وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے فخر یا دفاع کرتا رہے گا۔''

اس حدیث کو روایت کرنے والی ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

ہیں اور آپ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا اس نعت خوانی کی وجہ سے کس طرح اکرام فرماتی ہیں۔ حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

عن عروۃ رضی اللہ عنہ قال: کانت عائشۃ رضی اللہ عنہا تکرہ ان یسب عندھا حسان و تقول: فانہ قال:

فان ابی و والدہ و عرضی
لعرض محمد منکم وقاء

(متفق علیہ)

(صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب: حدیث الافک، رقم الحدیث: ۳۹۱۰)(صحیح مسلم، کتاب: التوبۃ، باب: فی حدیث الافک وقبول توبۃ القاذف، رقم الحدیث: ۲۷۷۰)(سنن نسائی الکبری رقم الحدیث: ۸۹۳۱، مسند احمد: جلد ۶ صفحہ ۱۹۷، مسند ابویعلی رقم الحدیث: ۴۹۳۳، مستدرک: ۶۰۶۰)

ترجمہ: ''حضرت عروہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس بات کو ناپسند کرتی تھیں کہ ان کے سامنے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا جائے۔ فرماتی تھیں انہوں نے (حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں) یہ نعت پڑھی ہے:

''بلاشبہ میرا باپ، میرے اجداد میری عزت، محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وناموس کے دفاع کے لیے تمہارے خلاف ڈھال ہے۔''

ایک روایت میں یہ الفاظ بھی زائد ہیں جو حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے شانِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیے:

ھجوت محمدا فاجبت عنہ
و عند اللہ فی ذاک الجزاء

هجوت محمدا برا حنيفا
رسول الله شيمته الوفاء

(صحیح بخاری، کتاب: المناقب، رقم الحدیث: ۳۳۳۸، صحیح مسلم، کتاب: الادب، رقم الحدیث: ۵۷۹۸، صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: ۵۷۸۷، مسند ابو یعلیٰ: ۴۳۷۷، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۰۲۱، المستدرک: ۶۰۶۳، السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۱۰ صفحہ ۲۳۸، المعجم الکبیر، رقم الحدیث: ۳۵۸۲، شرح السنہ، ۳۴۰۸)

ترجمہ: ''تم نے محمد مصطفیٰ ﷺ کی ہجو کی، تو میں نے آپ ﷺ کی طرف سے جواب دیا اور اس کی اصل جزا اللہ عزوجل کے پاس ہے۔

تم نے محمد مصطفیٰ ﷺ کی ہجو کی، جو نیک اور ادیانِ باطلہ سے اعراض کرنے والے ہیں، وہ اللہ عزوجل کے (سچے) رسول ہیں اور ان کی خصلت وفا کرنا ہے۔''

تیرھویں دلیل

عن خريم بن اوس رضى الله عنه قال: كنا عند النبى صلى الله عليه وسلم فقال له العباس بن عبدالمطلب رضى الله عنهما: يا رسول الله، انى اريد ان امدحك؟ فقال النبى صلى الله عليه وسلم هات لا يفضض الله فاك فانشا العباس رضى الله عنه يقول:

و انت لما ولدت اشرقت
الارض وضأت بنورك الافق

فنحن فی الضیاء و فی
النور و سبل الرشاد نخترق

(المعجم الکبیر للطبرانی جلد ۴ صفحہ ۲۱۳، رقم الحدیث: ۴۱۶۸، المستدرک: ۵۴۱۷، حلیۃ الاولیاء جلد ۱ صفحہ ۳۶۴، سیر اعلام النبلاء جلد ۲ صفحہ ۱۰۲، الاستیعاب جلد ۲ صفحہ ۴۴۸)

ترجمہ: ''حضرت خریم بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم صحابہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں موجود تھے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کیا، یارسول اللہ! میں آپ کی مدح ونعت پڑھنا چاہتا ہوں تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے سناؤ اللہ تعالیٰ تمہارے دانت صحیح وسالم رکھے (یعنی تم اسی طرح کا عمدہ کلام پڑھتے رہو) تو حضرت عباس نے یہ پڑھنا شروع کیا:

''اور آپ وہ ذات ہیں کہ جب آپ کی ولادت باسعادت ہوئی تو آپ کے نور سے ساری زمین چمک اٹھی اور آپ کے نور سے افق عالم روشن ہوگیا پس ہم ہیں اور ہدایت کے راستے ہیں اور ہم آپ کی عطا کردہ روشنی اور آپ ہی کے نور میں ان پر گامزن ہیں۔''

چودھویں دلیل

امام حاکم، امام بیہقی، اور امام طبرانی نے روایت کیا:

عن موسٰی بن عقبہ رضی اللہ عنہ قال: انشد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کعب بن زھیر بانت سعاد فی مسجدہ بالمدینۃ. فلما بلغ قولہ۔

ان الرسول لنور يستضاء به
وصارم من سيوف الله مسلول
اشار رسول الله صلى الله عليه وسلم بكمه إلى
الخلق ليسمعوا منه... الحديث

(المستدرک جلد ۳ صفحہ ۶۷۰، رقم الحدیث: ۶۴۷۷، السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۱۰ صفحہ ۲۴۳، رقم الحدیث: ۷۷، المعجم الکبیر جلد ۱۹ صفحہ ۱۷۷، السیرۃ النبویۃ لابن ھشام جلد ۵ صفحہ ۱۹۱، البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر جلد ۴ صفحہ ۳۷۳)

ترجمہ: ''حضرت موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کعب بن زہیر نے اپنے مشہور قصیدے ''بانت سعاد'' میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد نبوی میں مدح کی اور جب اپنے اس قول پر پہنچا:
''بے شک (یہ) رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ نور ہیں جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کی تیز دھار تلواروں میں سے ایک عظیم تیغ آبدار ہیں۔''
حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دستِ اقدس سے لوگوں کی طرف اشارہ کیا کہ وہ انہیں (یعنی کعب بن زہیر) کو (غور سے) سنیں۔''

خلاصۂ کلام

قرآن وحدیث کے ان واضح دلائل سے مبرھن ہوا کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدحت وثناء اور ذکر جمیل کے لیے محافل کا انعقاد، سنت الٰہی عزوجل، سنت مصطفی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سنت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہے اور اس کے حرام یا شرک ہونے کی کوئی گنجائش قرآن وحدیث میں نہیں۔ اگرچہ اس موضوع پر احادیث کے نع اور اقوال ائمہ اعلام سے بہت سے دلائل پیش کیے جا سکتے ہیں۔ لیکن جس نے

نظر تعصب سے مطالعہ کرنا ہے اُس کے لیے دفاتر ناکافی ہیں اور جو طالبان راہِ حق ہیں ان کے لیے اسی قدر دلائل کافی ووافی ہیں۔ نیز راقم الحروف نے ابھی چونکہ وہابیہ کی بہت ساری گستاخیوں پر تبصرہ وتنقید کرنی ہے لہٰذا خوف طوالت کی وجہ سے انہیں دلائل پر اکتفا کرتا ہوں۔ اللہ رب العزت حق سمجھنے اور اُس کے مطابق اعتقاد رکھنے اور عمل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

آمین بجاہ الحبیب الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

❁❁❁

نجدیوں کی بے باکی کا دوسرا واقعہ

حرمین شریفین کی حاضری کے دوران دوسرا ایک بڑا دلخراش واقعہ دیکھنے میں آیا۔ راقم الحروف کو ان وہابیہ کی جرأت پر بڑا تعجب ہوا۔ تصور اور وہم وگمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ وہابیہ بغض رسول میں اس قدر پستی میں بھی جا سکتے ہیں۔ اور وہ واقعہ یہ ہے کہ مواجہہ شریف کی سنہری جالی کی جس جہت میں حضور نبی مکرم ﷺ کی بارگاہ عالی میں صلاۃ وسلام عرض کیا جاتا ہے۔ اُس سنہری جالی میں ترکوں نے بہت دلکش انداز میں یا اللہ، یا محمد لکھوایا تھا۔ جب سے حرمین شریفین پر یہ نجدی مسلط ہوئے انہوں نے پہلا کام یہ کیا کہ ''یا محمد'' کی ''یا کو کاٹ دیا۔ لیکن چند سال پہلے انہوں نے مکمل ''محمد'' ختم کروا کے، یا اللہ، یا مجید لکھوا دیا۔ یعنی حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسم گرامی کو اسم جلالت سے علیحدہ اور منقطع کر دیا۔ اور اللہ رب العزت کے دوسرے اسماء حسنیٰ میں سے صرف ''مجید'' کی تخصیص اس لیے ہے کہ ''مجید'' اور ''محمد'' میں بظاہر فرق محسوس نہیں ہوتا۔ اور وہ اس طرح لکھا ہوا ہے کہ بغور دیکھنے سے پتا چلتا ہے کہ یہ ''محمد'' نہیں بلکہ ''مجید'' ہے۔ اس لیے بہت سے لوگ جو سرسری نظر سے دیکھتے ہیں وہ تو ''محمد'' ہی تصور کرتے ہیں۔ لیکن بغور دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ''محمد'' نہیں ''مجید'' ہے۔ اس واقعہ کو دیکھ کر بے ساختہ زبان سے یہ آیت نکلی تھی:

قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۚ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ (آل عمران: ۱۱۸)

ترجمہ: ''تحقیق بغض ان کے مونہوں سے (یعنی کرتوتوں سے) ظاہر ہو گیا اور جو دل میں چھپا ہے وہ اس سے بڑا ہے۔''

تبصرہ

قارئین کرام! اللہ رب العزت کا اسم مقدس ومتبرک ''یا مجید'' سر آنکھوں پر ہے کلام اس کلمہ کے لکھوانے میں نہیں کلام حضور اقدس علیہ السلام کے اسم گرامی کو اسم جلالت سے جدا اور علیحدہ کرنے میں ہے۔ وہابیہ کی اس جرأت سے ہر انصاف پسند اور ذی شعور یہ فیصلہ کرسکتا ہے کہ ان نجدیوں کو حضور اقدس علیہ السلام سے محبت نہیں بلکہ ان کے دل، حضور اقدس علیہ السلام کے بغض اور آپ کی بے ادبی اور گستاخی سے بھرے ہوئے ہیں۔ ان کا بس چلے تو یہ کائنات میں جس جگہ بھی اللہ رب العزت کے اسم جلالت کے ساتھ حضور اقدس علیہ السلام کا اسم گرامی لکھا ہو اُسے محو کردیں۔ لیکن وہابیوں، نجدیوں کو جان لینا چاہیے کہ انہوں نے اپنے اس فعل شنیع سے احکم الحاکمین اور ملک مالک الملک سے جنگ مول لے لی ہے۔ اور ان شاء اللہ تعالیٰ ان کا انجام تباہی و ہلاکت ہوگا۔ اب ذرا چند دلائل اس پر ملاحظہ فرمائیں کہ اللہ رب العزت نے کہاں کہاں اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کو اپنے نام کے ساتھ رکھا ہے۔

کلمہ توحید میں اسم ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم''

قبل ازیں آیت کریمہ ''ورفعنا لك ذكرك'' کے تحت حدیث بیان ہوئی جسے قارئین کی ذوق طبع کی جلا کے لیے دوبارہ پیش کیا جاتا ہے۔

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: اتانی جبریل، فقال: ان ربی و ربك یقول لك: کیف رفعت

ذکرك؟ قال: الله اعلم. قال: اذا ذكرت ذكرت معي. رواه ابن حبان و ابو يعلى و اسناده حسن.

(صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: ۳۳۸۲، مسند ابو یعلیٰ، رقم الحدیث: ۱۳۸۶، مسند دیلمی: ۷۱۷۶، جامع البیان جلد ۱۲ صفحہ ۲۳۵، تفسیر ابن کثیر جلد ۴ صفحہ ۵۲۵، موارد الظمآن للبیہقی جلد ۱ صفحہ ۴۳۹، مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۲۵۴، فتح الباری جلد ۸ صفحہ ۷۱۲)

ترجمہ: ''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور عرض کیا: تحقیق میرے اور آپ کے رب عزوجل نے آپ کے لیے پیغام بھیجا ہے کہ میں نے آپ کا ذکر کیسے بلند کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے تو جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا: (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے حبیب!) جب بھی میرا ذکر ہوگا تو میرے ساتھ آپ کا بھی ذکر ہوگا۔''

اللہ رب العزت نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کے علو ذکر کا وعدہ اس طرح پورا کیا کہ کلمہ توحید جو دین، ایمان اور اسلام کی اساس، بنیاد اور اصل ہے جس پر تمام طاعات و عبادات اور اعمالِ صالحہ کی قبولیت کا مدار ہے جس کی دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار کے بغیر کوئی مومن، مسلمان نہیں ہوسکتا اور جس کے انکار و اعراض اور تکذیب و تردید سے بندہ خلود فی النار کا مستحق بنتا ہے اُس کلمہ میں اللہ رب العزت نے اپنے اسم جلالت کے ساتھ اپنے حبیب مکرم ﷺ کے اسم گرامی کو رکھا ہے۔ عالم الغیب والشہادۃ کو معلوم تھا کہ ایسے ناہنجار اور حرماں نصیب پیدا ہوں گے جو اس کے حبیب کے نام کو اس کے نام سے جدا کرنے کی کوشش کریں گے۔ لہٰذا ایمان کا انحصار ہی اس بات پر رکھا کہ اللہ رب العزت کی الوہیت و وحدانیت کے ساتھ ساتھ

اُس حبیب ﷺ کی رسالت و نبوت کا اقرار و اعتراف کرو۔ میرا سوال ہے اُن وہابیہ سے جنہوں نے سنہری جالی سے حضور اقدس علیہ السلام کے اسمِ گرامی کو اللہ جل مجدہٗ کی اسم جلالت سے جدا کرنے کی کوشش کی ہے کہ وہ کلمہ طیبہ میں حضور اکرم ﷺ کے اسم گرامی کو اللہ رب العزت کے اسم جلالت سے جدا کر کے جنت میں جا کر دکھائیں؟

چند احادیث اس کلمہ کی فضیلت پر ملاحظہ فرمائیں۔ جن میں واشگاف الفاظ میں اِس کلمہ توحید کو کلیدِ جنت اور اس کے انکار کو کلید نار قرار دیا گیا ہے۔

❶ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: بنی الاسلام علی خمس: شهادة ان لا اله الا الله. و ان محمدا رسول الله و اقام الصلوة و ایتاء الزکاة والحج و صوم رمضان۔

(صحیح بخاری، کتاب: الایمان، باب: دعاؤکم ایمانکم، رقم الحدیث: ۸، دار الکتاب العربی بیروت) (صحیح مسلم، کتاب: الایمان، باب: ارکان الاسلام، ودعائمہ العظام، رقم الحدیث: ۱۱۴ دار الکتاب العربی بیروت) (سنن الترمذی، کتاب: الایمان، باب: ماجآء بنی الاسلام علی خمس، رقم الحدیث: ۲۶۰۹، دار المعرفہ بیروت) (ابن مندہ: ۱۴۹، صحیح ابن خزیمہ: ۳۰۹، مسند ابو یعلیٰ: ۵۷۸۸، سنن بیہقی جلد ۴ صفحہ ۸۱، مسند الحمیدی: ۷۰۳، المعجم الکبیر: ۱۳۲۰۳، صحیح ابن حبان: ۱۴۴۶، مسند احمد: ۱۶۰۱۵)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے:

۱- اس کی شہادت دینا کہ اللہ عزوجل کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔

۲- نماز قائم کرنا۔

۳- زکوٰۃ ادا کرنا۔

۴- حج کرنا۔

۵- اور رمضان کے روزے رکھنا۔"

◆ ۲ عن ابن عمر رضی الله عنهما: ان رسول الله صلى الله علیه وسلم قال: امرت ان اقاتل الناس حتى یشهدوا ان لا اله الا الله و انی محمدا رسول الله. و اقیموا الصلٰوة. و یؤتو الزکٰوة. فاذا فعلوا ذلك عصموا منی دمآء هم و اموالهم الا بحق الاسلام. و حسابهم على الله۔

(صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب:۱۷، رقم الحدیث:۲۵) (صحیح مسلم، کتاب: الایمان، باب:۸، رقم الحدیث: ۱۲۹) (سنن نسائی، کتاب: تحریم الدم، باب: تحریم الدم، رقم الحدیث: ۳۹۷۲) (مسند ابو یعلی: ۲۲۸۲، سنن بیہقی جلد ۳ صفحہ ۹۲، المعجم الکبیر: ۱۷۴۶۱، المعجم الاوسط: ۴۲۹۸، مصنف عبدالرزاق: ۱۰۰۲۱، مسند احمد: ۱۴۱۴۱، صحیح ابن حبان: ۵۸۹۵)

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے لوگوں سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ یہ شہادت دیں کہ اللہ (جل جلالہٗ) کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں ہے اور بے شک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں، پس جب وہ یہ کام کرلیں گے تو وہ مجھ سے اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ کرلیں گے، سوا اسلام کے حق کے اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔"

◆ ۳ عن ابن عباس رضی الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله علیه وسلم۔ "اتدرون ما الایمان

باللہ وحدہٗ، قالوا: اللہ و رسولہ اعلم. قال: شہادۃ أن لا الہ الا اللہ. و ان محمدا رسول اللہ... الخ

(صحیح بخاری، کتاب: الایمان، باب: اداء الخمس من الایمان، رقم الحدیث: ۵۳) (صحیح بخاری، اطراف الحدیث: ۸۷، ۵۲۳، ۱۳۹۸، ۳۰۹۵، ۳۵۱۰، ۴۳۶۹، ۶۱۷۶، ۷۲۶۶، ۷۵۵۶) (صحیح مسلم، کتاب: الایمان، باب: الامر بالایمان باللہ تعالیٰ و رسولہ ﷺ، رقم الحدیث: ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷) (سنن ابوداؤد، کتاب: الاشربۃ، باب: فی الاوعیۃ، رقم الحدیث: ۳۶۹۲) (سنن الترمذی، کتاب: الایمان، باب: ماجآء فی اضافۃ الفرائض الی الایمان، رقم الحدیث: ۲۶۱۱) (سنن نسائی، کتاب الایمان، باب: اداء الخمس، رقم الحدیث: ۵۰۴۶)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (وفد عبدالقیس سے) فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ ایک اللہ پر ایمان لانے کا مطلب کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی۔ اللہ اور اُس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ عزوجل کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔''

◆ عن عبادۃ بن الصامت قال، سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم. یقول: من شہد ان لا الہ الا اللہ و ان محمدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم. حرم اللہ علیہ النار۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب: ۱۰، رقم الحدیث: ۱۴۲) (سنن الترمذی، کتاب: الایمان، باب: فیمن یموت وھو یشہد ان لا الہ الا اللہ، رقم الحدیث: ۲۶۳۸) (مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۳۱۸، صحیح ابن حبان: ۲۰۲)

ترجمہ: ''حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے گواہی دی کہ اللہ عزوجل کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں اور بے شک حضرت

محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُس پر آگ کو حرام فرما دیتا ہے۔''

۵ عن عبادة الصامت، قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من شهد ان لا إله الا الله وحده لا شريك له، و ان محمدا عبده و رسوله، و ان عيسى عبدالله و رسوله و كلمته۔ القاها الى مريم و روح منه، و ان الجنة والنار حق، ادخله الله من اى ابواب الجنة الثمانية شاء۔

(صحیح بخاری، کتاب: احادیث الانبیاء، باب: ۴۸، رقم الحدیث: ۳۴۳۵، دارالکتاب العربی بیروت) (صحیح مسلم، کتاب: الایمان، باب: الدلیل علیٰ ان من مات علی التوحید دخل الجنۃ قطعا، رقم الحدیث: ۱۴۰، دارالکتاب العربی بیروت) (مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۳۱۴، صحیح ابن حبان: ۲۰۷)

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

''جس نے اس بات کی گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں وہ وحدہٗ لاشریک ہے اور بے شک محمد اُس کے بندے اور رسول ہیں۔ اور عیسیٰ اللہ کے بندے اور اُس کے رسول ہیں اور اُس کا کلمہ ہیں جو اُس نے مریم کی طرف القاء فرمایا اور اُس کی طرف سے روح ہیں اور یہ گواہی دی کہ جنت اور جہنم حق ہے۔ اللہ اُس کو جنت کے آٹھوں دروازوں سے جہاں سے چاہے گا، اُسے داخل فرمائے گا۔''

۶ عن البراء ان النبی صلی الله علیه وسلم قال:

المومن اذا شهد ان لا اله الا الله، و عرف محمدا رسول الله صلى الله عليه وسلم في قبره. فذلك قول الله جل و علا: (يثبت الله الذين امنوا بالقول الثابت في الحيوة الدنيا و في الآخرة: (ابراهيم: ٢٧))

(صحیح بخاری، کتاب: الجنائز، باب: ما جاء فی عذاب القبر، رقم الحدیث: ۱۳۶۹، و فی کتاب: التفسیر، باب: (یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت)، رقم الحدیث: ۴۶۹۹) (صحیح مسلم، کتاب: الجنۃ و نعیمھا، باب: عرض مقعد المیت من الجنۃ او النار علیہ، رقم الحدیث: ۷۱۴۸) (سنن ابوداؤد، کتاب: السنۃ، باب: عذاب القبر، رقم الحدیث: ۴۷۵۰) (سنن الترمذی، کتاب: تفسیر القرآن، باب: سورۃ ابراہیم، رقم الحدیث: ۳۱۲۰) (سنن نسائی، کتاب: الجنائز، باب: عذاب القبر، رقم الحدیث: ۲۰۵۶) (سنن ابن ماجہ، کتاب: الزہد، باب: ذکر القبر والبلی، رقم الحدیث: ۴۲۶۷) (صحیح ابن حبان، کتاب: الایمان، رقم الحدیث: ۲۰۶)

ترجمہ: حضرت براء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مومن جب گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں اور (حضرت) محمد کو اللہ کا رسول اپنی قبر میں پہنچان لیتا ہے تو یہی اللہ ذوالمجد والعلیٰ کے فرمان کا مطلب ہے کہ ''اللہ ثابت قدم رکھتا ہے ایمان والوں کو پختہ بات پر دنیا میں اور آخرت میں۔''

قارئین! یہ چھ عدد احادیث اس باب میں صریح ہیں کہ دنیا، قبر اور قیامت میں نجات، سرخروئی اور کامیابی کا انحصار و مدار اس کلمہ توحید پر ہے جس میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم گرامی، اللہ رب العزت کے اسم جلالت کے ساتھ مقترن ہے۔ اور یہ ضروریاتِ دین اور لوازمات ایمان سے ہے۔ لہٰذا وہابیہ کا اسم گرامی کو کاٹنے کی جرأت کرنا یقیناً اُن کے لیے دنیا و آخرت کی بربادی اور خسارے کا موجب ہے۔

اس تحریر کے دوران ایک ثقہ مستند سنی عالم نے خبر دی کہ وہابیہ نے ایک کتاب شائع کی ہے جس میں ''بن باز'' اور دوسرے نجدیوں کے فتاویٰ جات ہیں جن میں ایک فتویٰ اُس کتاب میں یہ بھی موجود ہے جو ایک سوال کے جواب میں دیا گیا۔ سوال یہ تھا کہ کیا اللہ رب العزت کے اسم جلالت کے ساتھ حضور نبی مکرم ﷺ کا اسم گرامی لیا جا سکتا ہے؟ تو جواب میں مفتیانِ نجد اور اتباع محمد بن عبدالوہاب نے یہ فتویٰ دیا کہ ''یہ شرک ہے'' انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ کلمہ، کلمہ توحید نہیں بلکہ ان وہابیہ کے نزدیک، کلمہ شرک ہے۔ اور جس نے اُس کلمہ کا تلفظ کیا وہ مشرک ہے۔ قارئین انصاف و دیانت داری سے بتائیں کہ وہابیہ کے اس فتویٰ شرک سے حضور نبی مکرم ﷺ سے لے کر آج تک پوری امت میں کون شرک سے محفوظ رہا؟ بلکہ دھرم نجدیہ میں یہ فتویٰ شرک خود ذات باری تعالیٰ پر بھی منطبق ہوگا جس ذات نے پورے قرآن میں بیسیوں مقامات پر اپنے اسم اللہ جلالت کے ساتھ اپنے رسول کا ذکر فرمایا ہے۔ چند آیات ملاحظہ فرمائیں۔

قرآن میں اللہ رب العزت کے اسم جلالت کے ساتھ ذکر رسول

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

۱. وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (آل عمران: ۱۳۲)

ترجمہ: ''اور اطاعت کرو اللہ اور رسول کی تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔''

۲. وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ۔ (النساء: ۶۹)

ترجمہ: ''اور جو اطاعت کرے اللہ اور رسول کی پس یہی وہ لوگ ہیں جو

اُن کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا۔''

◆ ۳ اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ ۔ (الانفال:۲۴)

ترجمہ: ''حاضر ہو جاؤ اللہ اور رسول کی بارگاہ میں جب وہ تمہیں بلائے۔''

◆ ۴ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ۔ (الانفال:۲۷)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! خیانت نہ کرو اللہ اور رسول سے۔''

◆ ۵ فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ (البقرۃ:۲۷۹)

ترجمہ: ''پس اگر تم نہ رکے (سود کھانے سے) تو اللہ اور اُس کے رسول کی طرف سے جنگ کا اعلان سن لو۔''

◆ ۶ وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا۔ (النسآء:۱۴)

ترجمہ: ''اور جو نافرمانی کرے اللہ اور اس کے رسول کی اور حدود سے تجاوز کرے اللہ اُس کو جہنم کی آگ میں داخل کرے گا۔''

◆ ۷ وَمَن يَخْرُجْ مِن بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ (النسآء:۱۰۰)

ترجمہ: ''اور جو اپنے گھر سے نکلے اللہ اور اُس کے رسول کی طرف ہجرت کے لیے، پھر اُسے موت آئے تو تحقیق اُس کا اجر اللہ (کے ذمہ کرم) پر لازم ہو گیا۔''

◆ ۸ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ۔ (النسآء:۱۳۶)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر۔''

◆ ۹ إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَن يُقَتَّلُوا۔ (المائدہ:۳۳)

ترجمہ: ''اُن لوگوں کی سزا یہی ہے جنہوں نے جنگ کی اللہ اور اُس کے رسول سے اور زمین میں فساد کیا کہ اُن کو قتل کر دیا جائے۔''

⑩ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا۔ (المائدہ:۵۵)

ترجمہ: ''تمہارا ولی، اللہ اور اُس کا رسول اور ایمان والے ہیں۔''

⑪ وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ۝۵۶ (المائدہ:۵۶)

ترجمہ: ''اور جو دوستی رکھے اللہ اور اُس کے رسول سے اور ایمان والوں سے، پس بے شک اللہ کا گروہ ہی غالب ہے۔''

⑫ وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ۝۱۳ (الانفال:۱۳)

ترجمہ: ''اور جو مخالفت کرے اللہ اور اُس کے رسول کی، پس بے شک اللہ بہت سخت پکڑ والا ہے۔''

⑬ بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ۝۱ (التوبۃ:۱)

ترجمہ: ''بیزاری ہے اللہ اور اُس کے رسول کی طرف سے اُن کی طرف جن مشرکین سے تم نے وعدہ کیا۔''

⑭ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ۔ (التوبۃ:۲۹)

ترجمہ: ''اور وہ حرام نہیں ٹھہراتے اُس کو جس کو حرام کیا اللہ اور اُس کے رسول نے۔''

⑮ وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ (التوبۃ:۵۹)

ترجمہ: ''اور کاش وہ اس پر راضی ہوتے جو عطا کیا اللہ اور اُس کے

رسول نے۔''

⑯ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ (التوبۃ: ۶۲)

ترجمہ:''اور اللہ اور اُس کا رسول اس بات کے زیادہ حق دار ہیں کہ اُسے راضی کیا جائے۔''

⑰ وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ (التوبۃ: ۷۴)

ترجمہ:''اور انہیں یہی برا لگا کہ انہیں غنی کر دیا اللہ اور اُس کے رسول نے اپنے فضل سے۔''

⑱ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝۸۰ (التوبۃ: ۸۰)

ترجمہ:''یہ (سزا) اس سبب سے کہ بے شک انہوں نے کفر کیا اللہ اور اس کے رسول کا اور اللہ ہدایت نہیں دیتا نافرمان قوم کو۔''

⑲ وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا ھٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ (الاحزاب: ۲۲)

ترجمہ:''اور جب مومنین نے لشکروں کو دیکھا تو کہا یہ وہ ہے جس کا ہم سے وعدہ فرمایا اللہ اور اُس کے رسول نے اور سچ فرمایا اللہ اور اُس کے رسول نے۔''

⑳ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝۲۹ (الاحزاب: ۲۹)

ترجمہ:''اور اگر تم چاہتی ہو اللہ کو اور اُس کے رسول کو اور آخرت کے گھر کو تو بے شک اللہ نے جو تم میں سے نیک ہیں اُن کے لیے

بہت بڑا اجر تیار کر کے رکھا ہے۔"

◆ ٢١ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ (الاحزاب:٣٦)

ترجمہ: اور کسی مومن مرد اور مومن عورت کے لیے جائز نہیں کہ اللہ اور اُس کا رسول جب کسی معاملہ کا فیصلہ فرمائیں تو اُن کو اپنے معاملہ میں اختیار ہو۔"

◆ ٢٢ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ؕ
(الاحزاب:٣٦)

ترجمہ: "اور جو نافرمانی کرے اللہ اور اُس کے رسول کی پس تحقیق وہ بہت دور کی گمراہی میں مبتلا ہو گیا۔"

◆ ٢٣ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ۔ (الاحزاب:٥٧)

ترجمہ: "بے شک جو لوگ اذیت پہنچاتے ہیں اللہ اور اُس کے رسول کو، ان پر اللہ نے دنیا اور آخرت میں لعنت کی۔"

◆ ٢٤ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔ (الحجرات:١)

ترجمہ: "اے ایمان والو! اللہ اور اُس کے رسول سے آگے نہ بڑھو۔"

◆ ٢٥ ذٰلك بانهم شاقوا الله و رسوله۔ (الحشر،٤)

ترجمہ: "یہ اس وجہ سے کہ بے شک انہوں نے مخالفت کی اللہ اور اُس کے رسول کی۔"

احادیث میں اللہ رب العزت کے اسم جلالت کے ساتھ ذکرِ رسول

قرآن مجید کی طرح احادیث میں بھی کئی مقامات میں حضور نبی مکرم ﷺ نے اللہ جل مجدہٗ کے ذکر کے ساتھ اپنا ذکر فرمایا ہے۔ حضور اقدس علیہ السلام توحید کے مبلغ اعظم ہیں اور اس تمام کائنات میں اعرف باللہ اور اعلم باللہ ہیں۔ اگر اس میں کوئی قباحت ہوتی تو یقیناً حضور اقدس علیہ السلام اس طرح بیان نہ فرماتے، جس سے قطعی اور یقینی طور پر معلوم ہوا کہ جس توحید کی تبلیغ وہابیہ اور نجدی کرتے ہیں اُس کا اُس توحید سے دور کا بھی تعلق نہیں جس تبلیغ کے لیے اللہ رب العزت نے اپنے حبیب علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔

اس پر چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

❶ عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما: انه سمع رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول عام الفتح وھو بمکۃ: "ان اللہ و رسوله حرم بیع الخمر والمیتة والخنزیر والاصنام۔

(صحیح بخاری، کتاب: البیوع، باب: المیتۃ والاصنام، رقم الحدیث: ۲۲۳۶، صحیح بخاری، اطراف الحدیث: ۴۲۹۶، ۴۶۳۳) (صحیح مسلم، کتاب: المساقاۃ، باب: تحریم بیع الخمر والمیتۃ والخنزیر، رقم الحدیث: ۴۰۲۴) (سنن ابوداؤد، کتاب: البیوع، باب: فی ثمن الخمر والمیتۃ، رقم الحدیث: ۳۴۸۶) (سنن ترمذی، کتاب: البیوع، باب: ماجآء فی بیع جلود المیتۃ والاصنام، رقم الحدیث: ۱۲۹۷) (سنن نسائی، کتاب: الفرع، باب: النھی عن الانتفاع بشحوم المیتۃ، رقم الحدیث: ۴۲۶۷) (سنن ابن ماجہ، کتاب: التجارات، باب: مالا یحل بیعہ، رقم الحدیث: ۲۱۶۷)

ترجمہ: ''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپ نے فتح مکہ کے

سال، مکہ میں فرمایا: ''بے شک اللہ اور اُس کے رسول نے شراب، مردار، خنزیر، اور بتوں کی بیع کو حرام کر دیا ہے۔''

مذہب وہابیہ میں یہ حدیث دو وجہ سے شرک پر مشتمل ہے ایک تو یہ کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا ذکر اللہ رب العزت کے اسم جلالت کے ساتھ فرمایا اور دوسری وجہ یہ کہ سرکارِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان مذکورہ اشیاء کی حرمت میں اسناد اللہ رب العزت کی طرف بھی فرمائی اور اپنی طرف بھی۔ اور یہ وہابیہ کا بہت مشہور عقیدہ ہے کہ جو یہ کہے کہ فلاں چیز کو رسول اللہ نے حرام ٹھہرایا وہ پکا کافر اور مشرک ہے۔ سو قارئین نظر انصاف سے دیکھیں کہ ان وہابیہ سے یہ شکایت بے جا ہے کہ یہ اہلِ سنت یہ شرک کے فتوے کیوں لگاتے ہیں کہ جن کے مذہب میں العیاذ باللہ تعالیٰ ثم العیاذ باللہ تعالیٰ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی شرک کا ارتکاب کیا ہو، اعاذنا اللہ من سوء الشقاوۃ۔ بغض رسول نے وہابیہ کو کتنی پستی تک پہنچا دیا۔

◆ ۲ عن انس بن مالك رضى الله عنه. قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم. "ان الله و رسوله ينهيانكم عن لحوم الحمر الاهلية۔

(صحیح بخاری، کتاب: المغازیؒ، باب: غزوۃ خیبر، رقم الحدیث: ۴۱۹۹) (صحیح مسلم، کتاب: الصید والذبائح، باب: تحریم اکل لحم الحمر الانسیۃ، رقم الحدیث: ۵۰۲۱)

ترجمہ: ''حضرت انسؓ بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیشک اللہ اور اس کا رسول تمہیں پالتو گدھوں کے گوشت سے منع فرماتے ہیں۔''

◆ ۳ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک موقع پر سرکارِ دو عالم ﷺ نے انصار صحابہ سے فرمایا:

ان اللہ و رسولہ یصدقانکم و یعذرانکم۔

(صحیح مسلم، کتاب: الجہاد والسیر، باب: فتح مکۃ رقم الحدیث: ۸۰۔ ۱، دار الکتاب العربی بیروت)

ترجمہ: ''بے شک اللہ اور اُس کا رسول تمہاری تصدیق فرماتے ہیں اور تمہارے عذر کو قبول فرماتے ہیں۔''

اسی طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جو اس امت میں سب سے بڑے موحد اور معرفت توحید کے حامل تھے وہ ہر مسئلہ میں جس کا علم نہ ہوتا اس کے علم کو اللہ جل مجدہٗ اور اُس کے رسول ﷺ کی طرف مفوض کرتے ہوئے عرض کرتے ''اللہ و رسولہ اعلم'' اور یہ جملہ کتب احادیث میں اس قدر کثرت کے ساتھ موجود ہے کہ جس کا احصاء و احاطہ ناممکن و محال ہے۔ معلوم ہوا کہ صحابیوں کی توحید اور وہابیوں کی توحید میں زمین و آسمان سے زیادہ فرق ہے اب جس کا دل چاہے وہ صحابیوں کی توحید اپنا لے اور جس کا دل چاہے وہ وہابیوں کی توحید اپنا لے۔

فمن شاء فلیؤمن و من شآء فلیکفر۔

اذان میں اللہ رب العزت کے اسم جلالت کے ساتھ ذکر رسول

کلمہ توحید کی طرح اذان میں بھی اللہ رب العزت نے اپنے ذکر کے ساتھ اپنے حبیب مکرم ﷺ کا ذکر رکھا ہے، اور اذان دن میں پانچ وقت دی جاتی ہے اور [illegible]ن کے ہر ملک، ہر علاقے میں دی جاتی ہے، اور اس سورج کا نظام ایسا ہے کہ یہ کسی جگہ ایک وقت میں طلوع ہوتا ہے تو اسی وقت میں کسی دوسری جگہ غروب ہوتا ہے اور بعینہ اسی وقت میں کسی جگہ عین نصف النہار پر ہوتا ہے۔ سو جہاں طلوع ہوا وہاں فجر کی اذانیں شروع ہوئیں، جہاں غروب ہوا وہاں مغرب کی اذانیں شروع ہوئیں، جہاں نصف النہار میں ہے وہاں ظہر کی اذانیں شروع ہوئیں، جہاں سورج

غروب ہو کر شفق بھی غائب ہو گئی وہاں عشاء کی اذانیں شروع ہوئیں جہاں سورج ایک مثل، یا دو مثل سائے سے بڑھ گیا وہاں عصر کی اذانیں شروع ہوئیں۔ سو کوئی گھڑی اور لمحہ ایسا نہیں کہ جس گھڑی اور لمحہ میں اس روئے زمین پر اذانوں کا سلسلہ جاری نہ ہو۔ اور اذان میں "اشهد ان لا اله الا الله" کے ساتھ "اشهد ان محمدا رسول الله" کے کلمات ہیں جن سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ خلاق عالم کا منشاء اور مطلوب ہی یہ ہے کہ کائنات میں ہر گھڑی اُس کے ذکر کے ساتھ اُس کے حبیب مکرم ﷺ کا ذکر ہوتا رہے۔ جس پر یہ حدیث واضح دلیل ہے جس کا تفصیلی تذکرہ سابقہ صفحات میں موجود ہے۔ اذا ذکرت، ذکرت معی۔

یہ بات بھی ذہن نشین فرمالیں کہ اذان کے کلمات کا انتخاب خود اللہ رب العزت کی جانب سے ہوا چنانچہ حدیث پاک میں ہے:

عن عبدالله بن زيد انه ارى فى المنام فقال: رايت رجلا عليه ثوبان اخضران، يحمل ناقوسا، فقلت له: يا عبدالله! تبيع الناقوس؟ قال: وما تصنع به؟ قلت: انادى به الى الصلوٰة. قال: افلا ادلك على خير من ذٰلك؟ قلت وما هو؟ قال تقول: الله اكبر، الله اكبر، الله اكبر، الله اكبر، اشهد ان لا اله الا الله، اشهد ان لا اله الا الله، اشهد ان محمدا رسول الله، اشهد ان محمدا رسول الله، حى على الصلوٰة، حى على الصلوٰة، حى على الفلاح، حى على الفلاح، الله اكبر، الله اكبر، لا اله الا الله. قال فخرج عبدالله بن زيد، حتى اتى

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاخبرہ بما اری.
قال: یا رسول اللہ! رایت رجلا علیہ ثوبان اخضر
ان یحمل ناقوسا. فقص علیہ الخبر. فقال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ان صاحبکم قد رای
رویا. (وفی روایۃ. ان ھذہ لرویا حق) فاخرج مع
بلال الی المسجد فالقھا علیہ. ولیناد بلال. فانہ
اندی صوتا منك.

(سنن ابن ماجہ، کتاب: الاذان والسنۃ فیھا، رقم الحدیث: ۷۰۶) (سنن ابوداود، کتاب: الصلٰوۃ، باب: کیف الاذان، رقم الحدیث: ۹۰ ... سنن الترمذی، کتاب: الصلوٰۃ، باب: ماجاء فی بدء الاذان، رقم الحدیث: ۱۸۹) ...

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے خواب دیکھا اور فرمایا کہ میں نے خواب میں ایک مرد کو دیکھا جس پر دو سبز کپڑے تھے، اُس نے ناقوس اٹھایا ہوا تھا، تو میں نے اس سے کہا۔ اے اللہ کے بندے! کیا یہ ناقوس تو مجھے فروخت کرے گا؟ اُس نے کہا تو اسے کیا کرے گا؟ میں نے جواب دیا کہ میں اس کے ساتھ نماز کے لیے ندا کروں گا۔ تو اس نے کہا کیا میں تجھے اس سے بہتر طریقہ نہ بتاؤں؟ میں نے کہا: وہ کیا ہے؟ اس نے کہا: تم یہ کلمات کہو۔ اللہ اکبر. اللہ اکبر. اللہ اکبر. اللہ اکبر. اشھد ان لا الہ الا اللہ. اشھد ان لا الہ الا اللہ. اشھد ان محمدا رسول اللہ. اشھد ان محمد ارسول اللہ. حی علی الصلوۃ. حی علی الصلوۃ. حی علی الفلاح. حی علی الفلاح. اللہ اکبر. اللہ اکبر. لا

الہ الا اللہ۔ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نبی مکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جو خواب دیکھا تھا وہ بیان کر دیا اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں نے ایک مرد کو دیکھا کہ جس پر دو سبز کپڑے تھے اُس نے ناقوس اٹھایا ہوا تھا، پھر سارا واقعہ بیان کیا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے ساتھی نے خواب دیکھا ہے (اور ایک روایت میں یہ لفظ ہیں۔ بے شک یہ سچا خواب ہے یعنی من جانب اللہ ہے) پس تو بلال کے ساتھ مسجد میں جا اور اُسے یہ تعلیم کر۔ اور بلال اس کے ساتھ اذان دے کیونکہ اُس کی آواز تیری آواز سے بلند ہے۔"

نماز میں اللہ جل مجدہ کے ذکر کے ساتھ ذکرِ مصطفیٰ ﷺ

نماز تمام عبادات میں سب سے اعلیٰ اور موکد ترین عبادت ہے اور توحید کا سب سے بلند زینہ ہے جس میں بندہ خاکی اپنے معبود کی رضا کے لیے اپنی جبین نیاز، فرش زمیں پہ رکھ دیتا ہے۔ اس نماز میں کسی بھی انسان سے کلام، سلام اور خطاب حرام ہے۔ لیکن محبوب کریم علیہ السلام کی اللہ رب العزت کی بارگاہ میں منزلت اور محبوبیت کا عالم یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے عین حالت نماز میں اپنے ذکر سے اپنے حبیب مکرم ﷺ کے ذکر کو منقطع کرنا اور جدا کرنا پسند نہ فرمایا۔ نماز میں اپنی توحید کی شہادت کے ساتھ اپنے حبیب کی عبدیت اور رسالت کی گواہی بھی رکھی اور اپنے حبیب مکرم ﷺ پر صلاۃ وسلام پڑھنا بھی لازم فرمایا۔ اور نماز کا کمال اور قبولیت کو اسی پر موقوف رکھا۔ لہٰذا اگر کوئی جوش توحید میں آ کر عین حالت نماز میں اس کے حبیب، پہ درود وسلام نہ پڑھے تو اللہ رب العزت اُس کی عبادت کو اور اُس

کے ذکر کو اپنی بارگاہ میں قبول نہیں فرماتا۔ وہابی حضرات خود ہی غور فرمائیں کہ جب عین حالت نماز میں جو بندگی کا سب سے اونچا مقام ہے اللہ رب العزت اپنے حبیب کے ذکر کو اپنے ذکر سے جدا کرنا پسند نہیں فرماتا تو جالی مبارک سے اپنے حبیب مکرم ﷺ کے ذکر کو جدا کرنا کیسے پسند فرمایا ہوگا؟

نماز میں حضور اقدس علیہ السلام کے ذکر عالی کا ذکر الٰہی عزوجل کے ساتھ اقتران اگرچہ پوری امت میں معروف ومشہور ہے۔ اور کسی ایک کو اس سے مجال انکار نہیں لیکن ایک حدیث اس پر یقین کے استحکام ورسوخ کے لیے ملاحظہ فرمائیں۔

عن شقيق بن سلمة قال: قال عبدالله: كنا اذا صلينا خلف النبي صلى الله عليه وسلم قلنا: السلام على جبريل و ميكائيل، السلام على فلان و فلان، فالتفت الينا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال صلى الله عليه وسلم: "ان الله هو السلام، فاذا صلى احدكم فليقل: التحيات لله، والصلوٰت والطيبات، السلام عليك ايها النبي و رحمة الله و بركاته، السلام علينا و على عباد الله الصالحين۔ فانكم اذا قلتموها، اصابت كل عبد لله صالح في السمآء والارض۔ اشهد ان لا اله الا الله، واشهد ان محمدا عبده و رسوله۔

(صحیح بخاری، کتاب: الاذان، باب: التشہد فی الآخرۃ، رقم الحدیث: ۸۳۱، صحیح بخاری، اطراف الحدیث: ۸۳۵، ۱۲۰۲، ۶۲۳۰، ۶۲۶۵، ۶۳۲۸، ۷۳۸۱)(صحیح مسلم، کتاب: الصلوٰۃ، باب: التشہد فی الصلوٰۃ، رقم الحدیث: ۸۹۸ دار الکتاب العربی بیروت)(سنن ابوداؤد، کتاب: الصلوٰۃ، باب: التشہد، رقم الحدیث: ۱۹۶۸)

(سنن نسائی، کتاب: التطبیق، باب: کیف التشہد الاول، رقم الحدیث: ۱۱۶۴، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۶ تا ۱۲) (سنن ابن ماجہ، کتاب: اقامۃ الصلوٰت، باب: ماجاء فی التشہد، رقم الحدیث: ۸۹۹) (مسند احمد جلد ۱ صفحہ ۳۸۲، سنن دارمی، جلد ۱ صفحہ ۳۰۸، صحیح ابن حبان: ۱۹۴۸)

ترجمہ: ''شقیق بن سلمہ کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم جب نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھتے تو کہتے، جبرائیل اور میکائیل پر سلام ہو، فلاں اور فلاں پر سلام ہو، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، بے شک اللہ خود سلام ہے۔ پس جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو یہ عرض کرے: تمام قولی عبادات، بدنی اور مالی عبادات اللہ کے لیے ہیں، اے نبی! آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکات ہوں۔ ہم پر سلام ہو اور اللہ کے تمام نیک بندوں پر سلام ہو۔ پس جب تم یہ کہو گے تو زمین و آسمان کے ہر نیک بندے پر سلامتی پہنچ جائے گی۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں اور بے شک محمد اُس کے بندے اور رسول ہیں۔''

ایک حدیث نماز میں درود پاک پڑھنے کے متعلق بھی ملاحظہ فرمائیں:

عن کعب بن عجرة، قال: خرج علینا رسول الله صلی الله علیه وسلم، فقلنا: قد عرفنا کیف نسلم علیك، فکیف نصلی علیك؟ قال: قولوا: اللهم صل علی محمد و علی آل محمد، کما صلیت علی آل ابراهیم انك حمید مجید، اللهم بارك علی

محمد و علی آل محمد. کما بارکت علی آل ابراھیم.

انك حمید مجید.

(صحیح بخاری، کتاب: الدعوات، باب: الصلوۃ علی النبی ﷺ، رقم الحدیث: ۶۳۵۷) (صحیح مسلم، کتاب: الصلوۃ، باب: الصلوۃ علی النبی ﷺ بعد التشہد، رقم الحدیث: ۹۰۸، ۹۰۷) (سنن ابوداؤد، کتاب: الصلوۃ، باب: الصلوۃ علی النبی ﷺ بعد التشہد، رقم الحدیث: ۹۷۷، ۹۷۶) (سنن الترمذی، کتاب: الصلوۃ، باب: ما جاء فی صفۃ الصلوۃ علی النبی ﷺ، رقم الحدیث: ۴۸۳) (سنن النسائی، کتاب: السہو، باب: نوع آخر، رقم الحدیث: ۱۲۸۶، ۱۲۸۷) (سنن ابن ماجہ، کتاب: اقامۃ الصلوۃ، باب: الصلوۃ علی النبی ﷺ، رقم الحدیث: ۹۰۴) (مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۲۴۱، سنن دارمی جلد ۱ صفحہ ۳۰۹، صحیح ابن حبان: ۹۱۲)

ترجمہ: ''حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم نے عرض کی: ہم آپ پر سلام پڑھنا تو جانتے ہیں، ہم آپ پر درود کیسے پڑھیں؟ فرمایا: تم اس طرح عرض کرو:

اللھم صل علی محمد و علی اٰل محمد، کما صلیت علی اٰل ابراھیم انك حمید مجید، اللھم بارك علی محمد و علی اٰل محمد کما بارکت علی اٰل ابراھیم انك حمید مجید.

کائنات سماوی میں علو ذکر مصطفیٰ ﷺ

قارئین! ذکر مصطفی ﷺ کے ڈنکے صرف فرش زمین پر نہیں بلکہ عرش، کرسی اور سماوی کائنات میں بھی اللہ رب العزت کے اسم جلالت کے ساتھ ذکر مصطفی ﷺ رقم ہے۔ جس پر یہ حدیث بہت واضح دلیل ہے۔

عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال: قال

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ
نے فرمایا: جب حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش سرزد ہوئی تو انہوں
نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا: اے پروردگار! میں تجھ سے محمد
ﷺ کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ میری مغفرت فرما۔ اس
پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! تو نے محمد ﷺ کو کس طرح
پہچان لیا حالانکہ ابھی تک تو میں نے انہیں (ظاہراً) پیدا بھی
نہیں کیا؟ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا: اے پروردگار
جب تو نے اپنے دست قدرت سے مجھے تخلیق کیا اور اپنی روح
میرے اندر پھونکی، میں نے اپنا سر اٹھایا تو عرش کے ہر ستون
پر ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' لکھا ہوا دیکھا تو میں نے جان لیا
کہ تیرے نام کے ساتھ اسی کا نام ہو سکتا ہے جو تمام مخلوق میں
سب سے زیادہ تجھے محبوب ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
اے آدم تو نے سچ کہا ہے کہ مجھے ساری مخلوق میں سب سے
زیادہ محبوب وہی ہیں، اب جبکہ تم نے ان کے وسیلے سے مجھ
سے دعا کی ہے تو میں نے تجھے معاف فرما دیا اور اگر محمد
(ﷺ) نہ ہوتے تو میں تجھے بھی پیدا نہ کرتا۔''

اس حدیث کو امام حاکم، بیہقی اور ابن عساکر نے روایت کیا
ہے۔ اور امام حاکم نے فرمایا کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

علامہ ابن تیمیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ روایت
کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا: (یا
رسول اللہ!) آپ کو نبوت کب ملی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

(میں اس وقت بھی نبی تھا) جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا اور پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور اس نے اسے سات آسمانوں میں تقسیم کر دیا اور اس کی پیشانی پر لکھا:

محمدٌ رسولُ اللہ خاتمُ الانبیاء۔

''محمد مصطفی ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول اور آخری نبی ہیں۔''

پھر اللہ تعالیٰ نے جنت کو تخلیق کیا کہ جہاں اس نے حضرت آدم وحوا (علیہما السلام) کو بسایا تھا، تو جنت کے دروازوں، درختوں کے پتوں، خیموں اور محلات پر میرا نام لکھا اس وقت تک حضرت آدم علیہ السلام ابھی روح اور جسم کے درمیانی مرحلہ میں تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا فرمایا تو انہوں نے عرش پر میرا نام لکھا ہوا دیکھا، تب اللہ تعالیٰ نے انہیں خبر دی کہ (اے آدم!) محمد (ﷺ) تیری اولاد کے سردار ہیں۔ اس لیے جب شیطان نے انہیں بہکایا تو انہوں نے توبہ کی اور معافی کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں میرے نام کا وسیلہ اختیار کیا۔''

قارئین کرام! ان وہابیوں نے جالی مبارک سے تو اسم مبارک مٹانے کی سعی نامشکور تو کی ہے لیکن اذانوں، نمازوں، خطبوں، قرآنی آیات، عرش معلی، لوح وقلم، کرسی اور جنت کی ہر ہر جگہ اور اہلِ ایمان کے دلوں میں نقش اسم ''محمد'' (ﷺ) کو کس طرح مٹائیں گے؟ حقیقت یہ ہے کہ جس نے اسم ''محمد'' مٹانے کی کوشش کی وہ آپ مٹ کر تباہ و برباد ہو گیا اور اسم ''محمد'' کی علو اور بلندی میں فرق نہ آیا۔ اس لیے کہ اللہ رب العزت کا سچا اور لاریب وعدہ ہے۔

''ورفعنا لك ذكرك۔''

"ان شانئك هو الابتر۔"

اس سلسلے میں آخری اقتباس ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ کی "شرح الشفاء" سے ملاحظہ فرمائیں۔

ان اسمه سبحانه و تعالیٰ مع اسم رسول الله صلی الله علیه وسلم مرسوم علی کل شیء من الاشیاء بحکم قوله تعالیٰ (و رفعنا لك ذکرك) ای جعلنا ذکرنا معك فی کل شی من ملك و فلك و بناء و سماء و فرش و عرش و حجر و مدر و شجر و ثمر و نحوذ لك ولکن اکثر الخلق لا یبصرون تصویرهم و نظیرهم قوله سبحانه و تعالیٰ (و ان من شیء الا یسبح بحمده ولکن لا تفقهون تسبیحهم) (شرح الشفاء، جلد ۱ صفحہ ۳۸۳، دار الکتاب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: "بے شک اللہ رب العزت کا اسم جلالت، رسول اللہ ﷺ کے اسم گرامی کے ساتھ کائنات کی ہر شے پر لکھا ہوا ہے۔ دلیل اللہ رب العزت کا یہ فرمان ہے (ورفعنا لک ذکرک) یعنی اے محبوب! ہم نے اپنے ذکر کو کائنات کی ہر چیز میں آپ کے ساتھ کر دیا ہے۔ خواہ وہ فرشتے ہوں، افلاک ہوں، عمارتیں اور آسمان ہو، فرش اور عرش ہو، پتھر، درخت اور پھل وغیرہ ہوں۔ لیکن اکثر لوگ اس کو نہیں دیکھ پاتے اور اس کی نظیر یہ آیت ہے۔ جس میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا۔ (کہ ہر چیز اُس کی حمد کے ساتھ اُس کی تسبیح کرتی ہے اور لیکن تم اس کی تسبیح کو نہیں جانتے)"

وہابیہ کی بے باکی کا تیسرا واقعہ

نجدیوں کی بے باکی، گستاخی، جرأت اور اہانت بارگاہ مصطفوی ﷺ کا تیسرا ایک دلخراش واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔

انبیاء کرام علیہم السلام اور بالخصوص تاجدارِ کائنات ﷺ کی بارگاہِ عالی کے ادب، تعظیم وتوقیر پر پوری امت کا اجماع واتفاق ہے۔ حضور نبی مکرم ﷺ کی تعظیم اور آپ کے ادب پر قرآن وحدیث کے بے شمار دلائل ہیں۔ اور ہمیشہ سے امت بارگاہِ مصطفوی ﷺ کی ادنیٰ سی اساءت، بے ادبی اور گستاخی کو موجب کفر وارتداد اور استحقاق خلود فی النار سمجھتی رہی ہے لیکن وہابیہ کے نزدیک حرمتِ رسول اور تعظیم رسول ﷺ کا عقیدہ شرک اور کفر ہے۔

چنانچہ حاضری مدینہ طیبہ زادھا اللہ تعالیٰ تشریفا وتکریما کی ایک مقدس رات کے متبرک لمحات میں راقم الحروف کو مواجہ شریف کے سامنے حضور نبی مکرم ﷺ کی بارگاہ عالی وقار میں صلاۃ وسلام پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ آنکھیں نمناک تھیں، دل حضور اقدس علیہ السلام کی حضوری میں مستغرق تھا کہ اچانک ایک نجدی جو وہاں مقرر تھا مختلف سنیوں پر تنقید واعتراض کے بعد راقم الحروف کے سامنے آیا اور میری ادب ونیاز اور یکسوئی کی کیفیت کو دیکھ کر کہنے لگا:

لا یجوز تعظیم رسول اللہ. تعظیم فقط للہ.

(رسول اللہ ﷺ کی تعظیم جائز نہیں، تعظیم فقط اللہ کے لیے ہے۔)

اس نجدی کی زبان سے یہ سنتا تھا کہ راقم کے تن بدن میں آگ لگ گئی اور راقم اگرچہ اس خیال سے حاضری بارگاہ دیتا کہ کسی سے بحث وتمحیص نہیں کرنی بلکہ اپنی جملہ توجہ اپنی سرکار کی طرف رکھنی ہے لیکن سچ پوچھئے کہ اس نجدی کی اس قدر جرأت اور گستاخی سن کر ضبط نہ ہوسکا تو راقم نے فوراً اسے قرآن مجید کی یہ آیت سنائی جس میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وتعزروہ وتوقروہ۔

ترجمہ: "تم میرے حبیب کی شدت سے تعظیم وتوقیر کرو۔"

اور قاضی عیاض نے "شفا" میں نقل فرمایا کہ اس کا معنیٰ ہے "تبالغوا فی تعظیمہ" کہ تم میرے حبیب کی تعظیم میں مبالغہ کرو۔

لیکن جس کا دل محبت مصطفی ﷺ سے خالی اور حضور نبی مکرم ﷺ کے بغض سے مملوء ہو اس کے سامنے سینکڑوں آیات بھی تعظیم مصطفی ﷺ پر مشتمل پڑھ کر سنائی جائیں تو اس پر اثر نہیں ہوتا۔ سو قرآن مجید کا یہ صریح، واضح اور صاف حکم سن کر بھی اس نجدی نے اپنے کلمات سے رجوع نہ کیا۔

تبصرہ

قارئین! اس نجدی نے جو کلمات استعمال کیے وہ یہ ہیں کہ "لا یجوز تعظیم رسول اللہ" کہ رسول اللہ کی تعظیم جائز نہیں اس کا صریح مفہوم یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی گستاخی بے ادبی اور توہین وتنقیص واجب ہے۔ کیونکہ عدم جواز کے مقابلے میں وجوب آتا ہے۔ مثلاً جب یہ کہا جائے کہ "شراب پینا جائز نہیں۔" تو اس کا مطلب اور مفہوم یہ ہے کہ "شراب کا ترک کرنا واجب و لازم ہے" اس نجدی نے بھی "لا یجوز" کا لفظ استعمال کر کے اپنے دل کے چھپے بغض کو ظاہر

کردیا۔اور اپنے دل کے اس عقیدہ کو رسول اللہ کی گستاخی واجب ہے کا اظہار کردیا۔

قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۚ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ۚ (آل عمران:۱۱۸)

ترجمہ: ''تحقیق، بغض اُن کے مونہوں سے ظاہر ہوگیا اور جو اُن کے دلوں میں چھپا (ہوا بغض) ہے وہ اس سے بڑا ہے۔''

اور یہ عقیدہ صرف اس فردِ واحد کا نہیں بلکہ پوری ذریت نجد کا ہے۔ اور یہی سبق ان کے معنوی باپ محمد بن عبدالوہاب نجدی نے اُن کو پڑھایا ہے۔

چنانچہ علامہ ابی حامد بن مرزوق، محمد بن عبدالوہاب نجدی کے عقائد اور اُس کے چند مذموم افعال کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

تقدم فی المقدمة ان امهات عقیدته منحصرة فی ، الربع، تشبیه الله سبحانه و تعالی بخلقه و تحید الالوهیة والربوبیة و عدم توقیرة النبی صلی الله علیه وسلم. و تکفیرة المسلمین...الخ

(التوسل بالنبی جہلۃ الوہابیین، صفحہ ۲۴۴)

ترجمہ: ''ہم شروع میں بیان کر چکے ہیں کہ شیخ نجدی کے بنیادی عقیدے چار ہیں:

۱- اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے مشابہ ماننا۔

۲- الوہیت اور ربوبیت کو صفت واحدہ ماننا۔

۳- نبی کریم علیہ السلام کی تعظیم نہ کرنا۔

۴- تمام مسلمانوں کی تکفیر کرنا۔''

علامہ جمیل احمد آفندی عراقی، محمد بن عبدالوہاب نجدی کے بارے میں لکھتے ہیں:

ينقص النبى صلى الله عليه وسلم كثير العبارات مختلفه منها قوله فيه انه (طارش) وهو فى لغة العامة بمعنى الشخص الذى يرسله احد الى غيره والعوام لا يستعملون هذه الكلمة فيمن له حرمة عندهم و منها قوله انى نظرت فى قصة الحديبية فوجدت فيها كذا و كذا من الكذب إلى غير ذلك من الالفاظ الاستخفافية۔

(الفجر الصادق صفحہ ١٧)

ترجمہ: ''نجدی، حضور اکرم ﷺ کی شان میں مختلف طریقوں سے گستاخیاں کرتا تھا، آپ کو طارش کہتا تھا اور طارش کے معنیٰ نجد کی لغت میں ایلچی کے ہوتے ہیں، اور عوام یہ کلمہ اس شخص کے لیے استعمال کرتے ہیں جس کی اُن کے نزدیک کوئی عزت و حرمت نہ ہو۔ واقعہ حدیبیہ کے بارے میں کہا کرتا تھا کہ میں نے اس واقعہ کو پڑھا اور اس میں یہ اور یہ جھوٹی باتیں تھیں اور اس کے علاوہ تحقیرانہ الفاظ استعمال کرتا تھا۔''

بعینہٖ یہی عبارت سید احمد بن زینی دحلان مکی شافعی متوفی ۱۳۰۴ھ نے اپنی کتاب ''خلاصۃ الکلام فی امراء البلد اکرام صفحہ ۲۲۸'' میں تحریر فرمائی۔

علمائے دیوبند کے ناقوس اعظم، حسین احمد مدنی نے اپنی کتاب ''الشہاب الثاقب'' میں لکھا:

''شان نبوت وحضرت رسالت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں وہابیہ نہایت گستاخی کے کلمات استعمال کرتے ہیں اور اپنے

آپ کو مماثل ذات سرورِ کائنات خیال کرتے ہیں اور نہایت
تھوڑی سی فضیلت زمانہ تبلیغ کی مانتے ہیں اور اپنی شقاوت قلبی و
ضعف اعتقادی کی وجہ سے جانتے ہیں کہ ہم عالم کو ہدایت کر
کے راہ پر لا رہے ہیں ان کا خیال ہے کہ رسول مقبول علیہ السلام کا
کوئی حق اب ہم پر نہیں اور نہ کوئی احسان اور فائدہ ان کی ذات
پاک سے بعد وفات ہے اور اسی وجہ سے توسل و دعا میں آپ
کی ذات پاک سے بعد وفات ناجائز کہتے ہیں۔ ان کے
بڑوں کا مقولہ ہے، معاذ اللہ نقل کفر کفر نہ باشد کہ ہمارے ہاتھ
کی لاٹھی سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہم کو زیادہ نفع دینے والی ہے
ہم اس سے کتے کو بھی دفع کر سکتے ہیں اور ذات فخرِ دو عالم
صلی اللہ علیہ وسلم سے تو یہ بھی نہیں کر سکتے۔"

(الشہاب الثاقب صفحہ ۱۹۰-۱۸۹، ادارہ تحقیقاتِ اہل سنت لاہور)

ادبِ بارگاہِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآنی آیات سے

اللہ رب العزت نے قرآن مجید کے کئی مقامات پر اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کی تعظیم و تکریم اور ادب و توقیر کا تاکیدی حکم دیا۔ عموماً قاعدہ یہ ہے کہ چھوٹے مرتبے
والا، بڑے مرتبے والے کی بارگاہ کے آداب، نشست و برخاست، انداز کلام و
تخاطب سکھاتا ہے لیکن اللہ رب العزت کے انداز بے مثل و بے مثال ہیں اور بارگاہِ
مصطفوی کی اللہ رب العزت کی بارگاہ میں یہ منزلت، وجاہت اور علومرتبت ہے کہ وہ
مالک ہے، خالق ہے، معبود و مطلوب اور مذکور و مقصود ہے اور ہر عزت اور کمال دینے
والا ہے۔ اور حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام اُس کے عبد مکرم، اُس کی مخلوق اور اپنے ہر کمال میں

اس کے محتاج ہیں لیکن خالق کائنات کسی مقام پر اپنے حبیب سے کلام کرنے کے طریقے سکھاتا ہے کسی مقام پر اپنے حبیب کی بارگاہ کی حاضری کے طریقے سکھاتا ہے کسی مقام پر اپنے حبیب کو پکارنے کے آداب سکھاتا ہے تو کسی مقام پر اپنے حبیب سے اونچی آواز میں کلام کرنے سے منع فرماتا ہے۔ کسی مقام پر لفظ ''راعنا'' جس میں گستاخی کا ابہام تھا سے منع فرماتا ہے۔ اور اس بارگاہ کی ادنیٰ سی بے ادبی کو حبط اعمال اور خلود فی النار کا موجب قرار دیتا ہے۔ چنانچہ چند قرآنی آیات ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿٨﴾ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ۭ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿٩﴾ (الفتح:٩-٨)

ترجمہ: ''بے شک اے محبوب، ہم نے آپ کو بھیجا گواہ بنا کر اور بشارت دینے والا اور ڈر سنانے والا، تاکہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور تم رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بیان کرو۔''

اس آیت میں ۳ مراتب کو بیان کیا گیا ہے۔

1. اللہ اور اس کے رسول پر ایمان کا۔
2. رسول اللہ ﷺ کی تعظیم و توقیر کا۔
3. عبادات کا۔

اس ترتیب کا مفاد یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی ذات پر ایمان مقدم ہے، تعظیم و توقیر اور جملہ عبادات سے کہ ایمان ہی نہ ہو تو تعظیم اور عبادت کا فائدہ ہی کیا ہے؟ دوسرا مرتبہ بارگاہِ مصطفی ﷺ کی تعظیم و توقیر کا ہے جس کو عبادات، تسبیحات

اور اذکار و اوراد سے مقدم فرمایا جس کا مفاد یہ ہے کہ کوئی بھی عمل، کوئی بھی طاعت، کوئی بھی ذکر، تسبیحات و تہلیلات وغیرہا اُس وقت تک قابلِ قبول نہیں ہیں جب تک اللہ رب العزت کے حبیب مکرم ﷺ کی تعظیم و توقیر، کا عقیدہ نہیں، بغیر بارگاہِ مصطفوی ﷺ کے ادب کے تمام اعمال اکارت، رائیگاں اور برباد ہیں۔

امام علامہ قاضی عیاض مالکی علیہ الرحمۃ متوفی ۵۴۴ھ فرماتے ہیں:

قال ابن عباس: تعزروہ: ای تجلوہ. و قال المبرد: تعزروہ: تبالغوا فی تعظیمہ۔ (الشفا صفحہ ۲۶۰، دار ابن حزم)

ترجمہ: ''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''تعزروہ کا معنی ہے تم میرے حبیب کی تعظیم کرو۔''

اور مبرد نے کہا کہ ''تعزروہ'' کا معنی ہے کہ تم اُن کی تعظیم میں مبالغہ کرو۔

وہابی حضرات صرف تعظیم مصطفی ﷺ کو شرک و کفر قرار دیتے ہیں تو تعظیم میں مبالغہ کرنا اُن کے نزدیک کتنا بڑا کفر و شرک ہوگا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

علامہ قاضی ثناء اللہ مظہری متوفی ۱۲۲۵ھ فرماتے ہیں:

قال البغوی ضمیر تعزروہ و توقروہ راجعان الی رسولہ و ضمیر تسبحوا الی اللہ تعالی۔

(التفسیر المظہری، جلد ۶ صفحہ ۳۵۷، مکتبہ رشیدیہ)

ترجمہ: ''امام بغوی فرماتے ہیں کہ "تعزروہ و توقروہ" میں دونوں ضمیر رسول اللہ ﷺ کی طرف راجع ہیں (کیونکہ ضمائر کو قریب کے مرجع کی طرف لوٹانا اولیٰ و انسب ہے) اور تسبحوہ میں ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔"

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

۔ فَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِهٖ وَعَزَّرُوۡهُ وَنَصَرُوۡهُ وَاتَّبَعُوا النُّوۡرَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ مَعَهٗۤ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ﴿۱۵۷﴾

(الاعراف: ۱۵۷)

ترجمہ: ''پس وہ جو اُس (رسولِ مکرم) پر ایمان لائے اور اُن کی تعظیم کی اور اُن کی مدد کی اور اُس نور کی پیروی کی جو اُن کے ساتھ اترا۔ وہی لوگ کامیاب ہیں۔''

سابقہ آیت میں "تعزروہ" کی ضمیر کے متعلق دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ ''ہ'' ضمیر کا مرجع اللہ رب العزت کی ذات ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ ''ہ'' ضمیر کا مرجع رسول اللہ ﷺ کی ذات ہیں۔ لیکن اس آیت میں قطعی طور پر متعین ہے کہ ''عزروہ'' کی ''ہ'' ضمیر کا مرجع تاجدار کون و مکان ﷺ کی ذات اقدس ہے۔ قرآن مجید کے اس صریح، واضح، قطعی اور غیر مبہم آیت کے باوجود یہ کہنا کہ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم جائز نہیں، قرآنی نص قطعی کا انکار اور کفر وارتداد نہیں تو اور کیا ہے؟ اللہ کریم اس بارگاہ کی بے ادبی اور گستاخی سے محفوظ و مامون رکھے۔ آمین۔

از خدا خواہیم توفیق ادب

بے ادب محروم ماند از لطف رب

اللہ رب العزت نے قرآن مجید، فرقانِ حمید میں ارشاد فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اسۡتَجِیۡبُوۡا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوۡلِ اِذَا دَعَاكُمۡ ۔ (الانفال: ۲۴)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر حاضر ہو جاؤ جب رسول تمہیں بلائیں۔''

اس آیت کی بہترین تفسیر ان احادیث میں ہے:

عن ابی سعید بن المعلی قال: کنت اصلی فی المسجد. فدعانی رسول الله صلی الله علیه وسلم فلم اُجبه. فقلت: یا رسول الله انی کنت. اصلی فقال الم یقل الله اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ. (الانفال:۲۴)

(صحیح بخاری، کتاب: التفسیر، باب: ماجاء فی فاتحۃ الکتاب رقم الحدیث: ۴۴۷۴ دارالکتاب العربی بیروت) (صحیح بخاری، اطراف الحدیث: ۴۶۴۷، ۴۷۰۳، ۵۰۰۶) (سنن ابوداؤد، کتاب الوتر باب: فاتحۃ الکتاب، رقم الحدیث: ۱۴۵۸، دارالسلام ریاض (سنن النسائی، کتاب الافتتاح، باب: تاویل قول اللہ عزوجل (ولقد آتیناک سبعا من المثانی، رقم الحدیث: ۹۱۰ دارالفکر البیروت) (سنن دارمی، کتاب: فضائل القرآن، باب: فضل فاتحۃ الکتاب، رقم الحدیث: ۳۴۰۵) (مسند احمد، ۱۵۷۶۸) (سنن الکبریٰ للبیہقی، جلد ۲ صفحہ ۳۶۸، المعجم الکبیر جلد ۲۲ صفحہ ۳۰۲) (صحیح ابن حبان، کتاب: الرقائق، رقم: ۷۷۷، دارالمعرفہ، بیروت)

ترجمہ: حضرت ابوسعید بن معلیٰ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا پس میں نے جواب نہ دیا (پھر جب حاضر ہوا) تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نماز پڑھ رہا تھا آپ علیہ السلام نے فرمایا: کیا تو نے اللہ جل مجدہٗ کا یہ فرمان نہیں سنا کہ "حاضری دو اللہ کی بارگاہ میں اور اس کے رسول کی بارگاہ میں جب اس کا رسول تمہیں بلائے۔"

عن ابی هریرة رضی الله عنه. ان رسول الله صلی الله علیه وسلم. خرج علی ابی بن کعب فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم یا ابی وهو یصلی فالتفت ابی فلم یجبه و صلی ابی فخفف. ثم

انصرف الی رسول الله صلی الله علیه وسلم. فقال السلام علیك یا رسول الله. فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم. و علیك السلام ما منعك یا ابی ان یجیبنی اذا دعوتك؟ فقال یا رسول الله صلی الله علیه وسلم. انی کنت فی الصلاة قال: افلم تجد فیما اوحی الله الی ان: (استجیبوا لله و للرسول اذا دعاکم لما یحییکم) قال بلی ولا اعود ان شاء الله.

(سنن الترمذی، کتاب: فضائل القرآن، باب: ما جاء فی فضل فاتحۃ الکتاب، رقم: ۲۸۷۵، دارالسلام ریاض)
(السنن الکبریٰ النسائی رقم الحدیث: ۸۰۱۰)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابی بن کعب کے پاس تشریف لے گئے وہ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: یا ابی! حضرت ابی نے مڑ کر دیکھا اور حاضر نہیں ہوئے اور حضرت ابی نے جلدی جلدی نماز پڑھی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور عرض کی السلام علیک یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: وعلیک السلام! اے ابی جب میں نے تجھے بلایا تھا تو کس چیز نے تمہیں حاضر ہونے سے روکا؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نماز پڑھ رہا تھا! آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھ پر جو وحی نازل کی ہے کیا تم نے اس میں یہ آیت نہیں پڑھی۔ اللہ اور رسول کے بلانے پر (فوراً) حاضر ہو۔ میں نے عرض کیا: کیوں نہیں اور میں انشاء

اللہ دوبارہ اس طرح نہیں کروں گا۔"

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۴ھ فرماتے ہیں:

ان اجابة النبی صلی الله علیه وسلم فی الصلاة فرض یعصی المرء بترکه و انه حکم یختص بالنبی صلی الله علیه وسلم۔

(فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد ۹ صفحہ ۱۳۴ دار الکتب العلمیہ)

ترجمہ: "نماز میں حضور اقدس علیہ السلام کے بلانے پر حاضری دینا فرض ہے۔ جس کے ترک سے انسان گنہ گار ہوگا اور یہ حکم نبی مکرم ﷺ کے ساتھ مختص ہے۔"

محدث دیوبند انور شاہ کشمیری نے لکھا:

دل الحدیث علی ان اجابة الرسول لا تبطل الصلوة۔ (العرف۔۔۔۔شرح جامع ترمذی جلد ۲ صفحہ ۵۷۸ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

ترجمہ: "حدیث نے اس بات پر دلالت کی کہ نبی مکرم ﷺ کی بارگاہ کی حاضری سے نماز باطل نہیں ہوتی۔"

وہابی دیانت داری اور انصاف سے بتائیں کہ عین حالت نماز میں نماز چھوڑ کر رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ کی حاضری، آپ کی طرف متوجہ ہونا اور آپ کے حکم کی تعمیل میں رہنا نیز نماز کا بھی منقطع نہ ہونا، صراحۃ تعظیم مصطفی ﷺ نہیں تو اور کیا ہے؟ دھرم وہابیہ میں اس سے بڑا بھی کوئی شرک ہو سکتا ہے کہ عین حالت نماز میں بندہ رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ ہو اور آپ کے حکم کی تعمیل میں وقت صرف کرے؟ جو نماز سے باہر حالت میں رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ ہونے کو کفر و شرک قرار دیتے ہیں وہ اس قرآنی آیت، حدیث مصطفی ﷺ اور عمل صحابی کے

متعلق کیا حکم لگائیں گے؟

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۸﴾ (المنافقون:۸)

ترجمہ: ''اور عزت اللہ کے لیے ہے اور اللہ کے رسول کے لیے اور مومنین کے لیے، لیکن منافق نہیں جانتے۔''

قارئین! تعظیم اُسی کی کی جاتی ہے جس کی عزت ہو اور جس کی کوئی عزت نہ ہو اُس کی تعظیم نہیں کی جاتی وہابیہ نے رسول اللہ ﷺ کی تعظیم وتوقیر کا انکار کر کے رسول اللہ ﷺ کی عزت کا انکار کیا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی عزت کا انکار کرنا قرآن کی نص صریح کا انکار اور موجب کفر وارتداد ہے۔

ارشادِ ربانی ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴿۲﴾ (الحجرات:۲)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! میرے نبی کی آواز سے اپنی آوازوں کو بلند نہ کرو اور اُن کے حضور بات چلا کر نہ کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال ضائع نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔''

نیز ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ؕ لَهُمْ

مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝۳ اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝۴ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۵ (الحجرات:۳تا۵)

ترجمہ: ''بے شک وہ لوگ جو رسول اللہ کی بارگاہ میں اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے پرہیز گاری کے لیے پرکھ لیا ہے۔ اُن کے لیے بخشش اور بہت بڑا اجر ہے۔ بے شک وہ لوگ جو تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں اُن میں اکثر بے عقل ہیں اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ تم خود اُن کے پاس تشریف لاتے تو یہ ان کے لیے بہتر تھا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

اللہ رب العزت نے ان آیات میں اپنے حبیب مکرم ﷺ کی بارگاہ کی نزاکت اور علو مرتبت کو بیان کرتے ہوئے بارگاہِ مصطفوی ﷺ کے آداب سکھلائے اور ادنیٰ سی اسائت کو موجب حبط اعمال قرار دیا۔ اور یہ یاد رکھیں کہ کسی بھی بڑے سے بڑے گناہ کے ساتھ تمام اعمال ضائع اور اکارت نہیں جاتے۔ اعمال کے اکارت اور ضائع ہونے کا سبب صرف کفر و ارتداد ہے چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ز (المائدۃ:۵)

ترجمہ: ''اور جو ایمان سے کفر کرے تو تحقیق اس کے عمل برباد ہو گئے۔''

نیز فرمایا:

وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ

فَأُولَٰٓئِكَ حَبِطَتۡ أَعۡمَٰلُهُمۡ فِي ٱلدُّنۡيَا وَٱلۡأٓخِرَةِۖ وَأُوْلَٰٓئِكَ أَصۡحَٰبُ ٱلنَّارِۖ هُمۡ فِيهَا خَٰلِدُونَ ﴿٢١٧﴾ (البقرۃ: ۲۱۷)

ترجمہ: ''اور جو تم میں سے اپنے دین سے مرتد ہو جائے اور وہ کفر ہی کی حالت میں مرے تو یہی وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں برباد ہو گئے اور یہی لوگ جہنمی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔''

نیز ارشاد فرمایا:

قُلۡ هَلۡ نُنَبِّئُكُم بِٱلۡأَخۡسَرِينَ أَعۡمَٰلًا ﴿١٠٣﴾ ٱلَّذِينَ ضَلَّ سَعۡيُهُمۡ فِي ٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَا وَهُمۡ يَحۡسَبُونَ أَنَّهُمۡ يُحۡسِنُونَ صُنۡعًا ﴿١٠٤﴾ أُوْلَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ بِـَٔايَٰتِ رَبِّهِمۡ وَلِقَآئِهِۦ فَحَبِطَتۡ أَعۡمَٰلُهُمۡ فَلَا نُقِيمُ لَهُمۡ يَوۡمَ ٱلۡقِيَٰمَةِ وَزۡنًا ﴿١٠٥﴾ ذَٰلِكَ جَزَآؤُهُمۡ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُواْ وَٱتَّخَذُوٓاْ ءَايَٰتِي وَرُسُلِي هُزُوًا ﴿١٠٦﴾ (الکہف: ۱۰۳ تا ۱۰۶)

ترجمہ: ''اے حبیب! تم فرماؤ کہ کیا ہم تمہیں اُن لوگوں کی خبر نہ دیں جو اعمال کے اعتبار سے سب سے زیادہ خسارے میں ہیں۔ وہ لوگ جن کی محنت دنیا کی زندگی میں ضائع ہو گئی اور وہ گمان کرتے ہیں کہ وہ نیک کام کر رہے ہیں یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیات اور اُس کے ساتھ ملاقات کا انکار کیا پس اُن کے اعمال برباد ہو گئے پس ہم قیامت کے دن اُن کے لیے میزان قائم نہیں کریں گے۔ یہ ان کی سزا جہنم ہے۔ بہ سبب اس کے کہ اُنہوں نے کفر کیا اور میری آیات اور رسولوں کا

مذاق بنایا۔"

امام ابوجعفر محمد بن جریر الطبری متوفی ۳۱۰ھ فرماتے ہیں:

سال عبدالله بن الكوا عليا عن قوله تعالىٰ (قل هل ننبئكم بالاخسرين اعمالا) قال: انتم يا اهل حروراء۔ (التفسیر الطبری، جلد ۸ صفحہ ۲۹۴، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

ترجمہ: "عبداللہ بن کوا (خارجی) نے حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے متعلق سوال کیا کہ اس سے مراد کون لوگ ہیں تو آپ نے فرمایا اے اہلِ حروراء (یعنی خارجیو) اس آیت سے مراد تم ہو۔"

(یاد رہے کہ علامہ شامی صاحب ردالمحتار کی تحقیق میں محمد بن عبدالوہاب نجدی اور اس کے پیروکار خارجی ہیں)

ان آیات سے واضح ہوگیا کہ کفر و ارتداد سے اعمال ضائع اور برباد جاتے ہیں اور اللہ رب العزت نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کی آواز سے آواز کو بلند کرنے کو اور عامیانہ طرز تخاطب سے مخاطب کرنے پر اعمال کے برباد ہونے کی وعید ارشاد فرمائی جس سے معلوم ہوگیا کہ بارگاہِ مصطفی ﷺ کی ادنیٰ سی بے ادبی کفر و ارتداد کا باعث و موجب ہے جو کہ اس بات پر قطعی طور پر دلیل کہ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم و توقیر اور ادب، فرض عین، اور عین ایمان ہے۔

ادب گاہیست زیر آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا

وَاسْمَعُوْا ۗ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۰۴﴾ (البقرۃ: ۱۰۴)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! راعنا مت کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر (کرم) فرمائیں اور غور سے سنو اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

امام طبری نے جامع البیان میں امام قرطبی نے اپنی تفسیر میں ابن تیمیہ نے صارم المسلول میں، اور حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں اس آیت کا شانِ نزول بیان کیا ہے، کہ مسلمان رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں عرض کرتے: ''راعنا، یارسول اللہ'' یارسول اللہ ہماری رعایت فرمائیں اور یہ لفظ لغت یہود میں قبیح گالی تھا۔ یہود نے جب یہ لفظ سنا تو انہوں نے اس موقع کو غنیمت جان کر کہا کہ پہلے ہم محمد (ﷺ) کو چھپا کر گالیاں دیتے تھے پس اب اعلانیہ ان پر شتم کریں گے، وہ آئے اور انہوں نے کہا راعنا یا محمد! اور ہنسنے لگے۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے سن لیا اور وہ سمجھ گئے کیونکہ وہ ان کی لغت کو پہچانتے تھے۔ انہوں نے یہود سے کہا تمہارے اوپر اللہ کی لعنت ہو۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے اگر اب میں نے تم میں سے کسی کو رسول اللہ ﷺ کے بارے میں یہ کلمہ کہتے ہوئے سنا تو میں ضرور اُس کی گردن اڑادوں گا۔ یہودیوں نے کہا کہ کیا تم بھی ایسا نہیں کہتے ہو؟ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ "یا ایھا الذین امنوا لا تقولوا راعنا" اور صحابہ کرام کے لیے بھی اس لفظ کا استعمال حرام قرار دے دیا تاکہ یہود اُس لفظ کو نبی مکرم ﷺ کی گستاخی اور بے ادبی کا ذریعہ نہ بنائیں۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قصد وارادہ یقینا توہین و گستاخی کا نہیں تھا لیکن اُن کے لفظ استعمال کرنے سے چونکہ گستاخی اور بے ادبی کا دروازہ کھلتا تھا تو اللہ رب العزت نے اس لفظ سے کہ جس سے گستاخی کا ابہام تھا کو

حرام کر کے اپنے حبیب مکرم ﷺ کی عزت، ناموس اور حرمت کا دفاع فرمایا اور گستاخی کا سدباب کیا۔ اب یہ آیت اگر ادب و تعظیم مصطفی ﷺ پر مشتمل نہیں تو وہابی بتائیں کہ اس آیت کا مدعا اور مقصود کیا ہے؟

اللہ رب العزت نے قرآن مجید، فرقانِ حمید میں ارشاد فرمایا:

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللهِ (البقرة:۱۵۸)

ترجمہ: ''بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔''

نیز ارشاد فرمایا:

یا ایھا الذین امنوا لا تحلوا شعائر اللہ۔

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اللہ کی نشانیوں کی توہین نہ کرو۔''

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ (الحج:۳۲)

ترجمہ: ''اور جس نے اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کی تو بے شک یہ بات دلوں کے تقویٰ میں سے ہے۔''

دنیا میں بے شمار پہاڑ ہیں مگر خاص طور پر اللہ رب العزت نے صفا اور مروہ پہاڑیوں کو اپنی نشانی قرار دیا اور ان کی بے ادبی کو حرام اور ان کی تعظیم کو دلوں کا تقویٰ قرار دیا۔ وجہ یہ ہے کہ ان پہاڑیوں کی نسبت اللہ عزوجل کی ایک ولیہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے قدموں کے ساتھ ہے۔ سو اگر اولیاء کی نسبت سے ایک شے اللہ تعالیٰ کی نشانی قرار پائے اور قرآن اُس کی تعظیم کا حکم دے تو کیا اللہ عزوجل کا ولی اللہ رب العزت کی نشانی نہ ہوگا اور کیا اس کی تعظیم دلوں کا تقویٰ اور اللہ رب العزت کی رضا، اور قرب کا باعث نہ ہوگی؟ سو اگر قرآن پہاڑیوں کی تعظیم کا حکم دے اور اس سے شرک لازم نہ آئے تو انبیاء و اولیاء بالخصوص تاجدار کائنات ﷺ کی تعظیم و تکریم سے شرک کیسے لازم آسکتا ہے؟

صحابہ کرام اور تعظیمِ مصطفیٰ ﷺ

قرآن مجید کی چند آیات اس موضوع پر آپ کے سامنے ہیں۔ اگرچہ اس پر بہت سی قرآن کی آیات موجود ہیں لیکن طوالت کے خوف سے صرف اس قدر پر اکتفا کیا ہے۔ اور اب چند احادیث اس بارے میں ملاحظہ فرمائیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور نبی مکرم ﷺ کی تعظیم وتکریم کس طرح کی۔

حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کرام، حضور نبی مکرم ﷺ کے ادب و احترام اور آپ کی تعظیم وتکریم میں فنا تھے۔ وہ جب مجلس مصطفی ﷺ میں بیٹھتے تو سر جھکا کر بیٹھتے۔ وہ جب کلام کرتے تو سرگوشی کے انداز میں کرتے۔ وہ نظریں اٹھا کر حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہ دیکھتے بلکہ نگاہیں جھکا کر حاضر بارگاہِ مصطفی ﷺ ہوتے۔ وہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لعابِ دہن اور وضو کے پانی کو زمین پر نہ گرنے دیتے بلکہ ہاتھوں پہ لے کر چہرے اور جسم پر مل لیتے۔ وہ صحابہ کرام، عین حالت نماز میں مصطفی جانِ رحمت ﷺ کی خاطر مصلیٰ چھوڑ دیتے اور حالت نماز میں بھی چہرہ مصطفی ﷺ کی زیارت کرتے رہتے تھے۔ جس پر بہت سی احادیث شاہد ہیں۔ چند ملاحظہ فرمائیں۔

عن انس رضی اللہ عنہ: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یخرج علی اصحابہ من المھاجرین والانصار وھم جلوس، فیھم ابوبکر و عمر فلا یرفع الیہ احد منھم بصرہ الا ابوبکر و عمر۔

(سنن الترمذی، کتاب: المناقب، باب: فی مناقب ابی بکر وعمر رضی اللہ عنہما، رقم الحدیث: ۳۸۶۵، دار المعرفہ بیروت)
(مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۱۵۰، رقم الحدیث: ۱۲۵۳۸، المستدرک، رقم الحدیث: ۴۲۱۸، تہذیب الکمال جلد ۷ صفحہ ۱۲۳، مسند طیالسی رقم: ۲۰۶۴)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی مکرم

ﷺ مہاجرین و انصار صحابہ کرام کی مجلس میں تشریف لایا کرتے۔ اس حال میں صحابہ بیٹھے ہوتے اور اُن میں حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی موجود ہوتے۔ ان میں سے کوئی بھی آپ کی طرف نظریں اٹھا کر نہ دیکھتا (آپ کی تعظیم کی وجہ سے) سوائے حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے (کہ ان کو مقام ناز نصیب تھا)

روى اسامة بن شريك. قال: اتيت النبى صلى الله عليه وسلم و اصحابه حوله كانما على رؤسهم الطير.

(سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۳۸۵۵، مجمع الزوائد، جلد ۹ صفحہ ۵۳، المعجم الاوسط، رقم الحدیث: ۷۷۸۲)

ترجمہ: ''حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نبی مکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور آپ کے اصحاب آپ کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے یوں کہ گویا اُن کے سروں پر پرندے ہیں۔''

عن عمرو بن العاص قال: ما كان احد احب الى من رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا اجل فى عينى منه. وما كنت اطيق ان املاء منه اجلالا له. ولو سئلت ان اصفه ما اطقت. لانى لم اكن املأ عينى منه.

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب: کون الاسلام یھدم ماقبلہ، رقم الحدیث: ۳۲۱، دار الکتاب العربی بیروت)

(مسند ابوعوانہ، جلد ۱ صفحہ ۷۰، رقم الحدیث: ۲۰۰، طبقات ابن سعد جلد ۴ صفحہ ۲۵۹)

ترجمہ: ''حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مجھے حضور اقدس علیہ السلام سے بڑھ کر کوئی محبوب نہ تھا اور نہ میری نگاہ میں کوئی حضور اقدس علیہ السلام سے زیادہ بزرگ و معظم تھا اور میں حضور اقدس علیہ السلام کی جلالت شان کی وجہ سے آپ کو آنکھ بھر کر دیکھ نہ سکتا تھا اور اگر مجھ سے پوچھا جائے کہ میں آپ کا حلیہ بیان کروں تو میں بیان نہیں کر سکتا اس لیے کہ میں نے کبھی حضور اقدس علیہ السلام کو آنکھ بھر کر نہیں دکھا۔''

عن انس بن مالك رضى الله عنه و كان تبع النبى صلى الله عليه وسلم. و خدمه و صحبه: ان ابابكر رضى الله عنه كان يصلى لهم فى وجع النبى صلى الله عليه وسلم الذى توفى فيه حتى اذا كان يوم الاثنين وهم صفوف فى الصلوٰة. فكشف النبى صلى الله عليه وسلم ستر الحجرة ينظر الينا وهو قائم. كان وجهه ورقه مصحف ثم تبسم يضحك فهممنا ان نفتتن من الفرح برؤية النبى صلى الله عليه وسلم. فنكص ابوبكر على عقبيه ليصل الصف و ظن ان النبى صلى الله عليه وسلم خارج الى الصلوٰة فاشار الينا النبى صلى الله عليه وسلم ان اتموا صلاتكم و ارخى الستر. فتوفى من يومه.

(صحیح بخاری، کتاب: الاذان، باب: اهل العلم والفضل احق بالامامة رقم الحدیث: ٦٨٠ دار الکتاب العربی بیروت)(صحیح بخاری، اطراف الحدیث: ٦٨١، ٧٥٣، ١٢٠٥، ٤٤٤٨)(صحیح مسلم، کتاب: الصلوٰۃ، باب:

استخلاف الامام اذا عرض له عذر من مرض، رقم: ۹۱۹ ۳ بیروت) (سنن نسائی، کتاب: الجنائز، باب: الموت یوم الاثنین، رقم: ۱۸۳۱، دار الفکر بیروت) (سنن ابن ماجہ، کتاب: الجنائز، باب: ما جاء فی ذکر مرض رسول اللہ ﷺ، رقم: ۱۶۲۴، دار السلام ریاض) (مسند احمد، ۲۱۱، صحیح ابن حبان، ۶۸۷، صحیح ابن خزیمہ، رقم: ۱۳۴۴)

ترجمہ: ''حضرت انس بن مالک جو حضور اقدس علیہ السلام کے تابع فرمان، خدمت گار اور صحابی ہیں، سے روایت ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور اقدس علیہ السلام کے مرض وصال میں لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے حتیٰ کہ جب پیر کا دن آیا اور صحابہ کرام صفیں باندھ کر نماز پڑھ رہے تھے تو نبی مکرم ﷺ نے حجرہ کا پردہ اٹھایا اور کھڑے ہو کر ہماری طرف دیکھنے لگے۔ گویا کہ حضور اقدس علیہ السلام کا چہرہ انور قرآن کا ورق ہے پھر تبسم فرما کر مسکرانے لگے اور حضور اقدس علیہ السلام کی زیارت کی خوشی میں قریب تھا کہ ہم نماز توڑ دیں، حضرت صدیق اکبر نے گمان کیا کہ حضور اقدس علیہ السلام نماز کے لیے تشریف لا رہے ہیں پس آپ ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹنے لگے تا کہ صف میں مل جائیں۔ پس نبی کریم ﷺ نے ہماری طرف اشارہ فرمایا کہ تم اپنی نماز کو مکمل کرو، پھر آپ علیہ السلام نے پردہ گرا دیا اور اسی دن نبی مکرم ﷺ کا وصال ہو گیا۔''

صحیح بخاری کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

فلما وضح وجه النبی صلی الله علیه وسلم. ما نظرنا منظرا قط. کان اعجب الینا من وجه النبی صلی الله علیه وسلم. (صحیح بخاری، رقم: ۶۸۱، صحیح مسلم، رقم: ۹۴۷)

ترجمہ: ''پس جب نبی مکرم ﷺ کا چہرہ اقدس ظاہر ہوا تو ہم نے جمال جہاں آرا اور رخ مصطفی کریم ﷺ سے بڑھ کر کوئی حسین منظر نہ دیکھا۔''

عن سهل بن سعد الساعدی ان رسول الله صلی الله علیه وسلم ذهب الی بنی عمرو بن عوف لیصلح بینهم فجاء وقت الصلوٰة فجاء الموذن الیٰ ابی بکر فقال اتصلی للناس فاقیم؟ قال نعم فصلی ابوبکر فجاء رسول الله صلی الله علیه وسلم والناس فی الصلوٰة فتخلص حتی وقف فی الصف فصفق الناس و کان ابوبکر لا یلتفت فی صلاته فلما اکثر الناس التصفیق التفت. فرای رسول الله صلی الله علیه وسلم فاشار الیه رسول الله صلی الله علیه وسلم ان امکث مکانك فرفع ابوبکر رضی الله عنه فحمد الله علی ما امره به رسول الله صلی الله علیه وسلم من ذالك. ثم استاخر ابوبکر حتی استوی فی الصف و تقدم رسول الله صلی الله علیه وسلم فلما انصرف قال یا ابابکر! ما منعك ان تثبت اذا امرتك فقال ابوبکر: ما کان لابن ابی قحافه ان یصلی بین یدی رسول الله صلی الله علیه وسلم. فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم مالی

رایتکم التصفیق. من رابه شیء فی صلاته فلیسبح
فاذا سبح التفت الیه و انما التصفیق للنساء۔

(صحیح بخاری، کتاب الآذان. باب من دخل یوم الناس فجاء الامام الاول رقم الحدیث ۶۸۳ دارالکتاب العربی بیروت)(صحیح بخاری اطراف الحدیث: ۱۲۰۱، ۱۲۰۴، ۱۲۱۸، ۱۲۳۴، ۲۶۹۰، ۲۶۹۳، ۷۱۹۰)(صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ باب تقدیم الجماعۃ من یصلی بھم اذا تاخر الامام رقم الحدیث: ۹۲۴ بیروت)(سنن ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب التصفیق فی الصلوٰۃ رقم الحدیث ۹۴۰ دارالسلام ریاض)(سنن نسائی کتاب آداب القضاۃ باب مہر الحاکم الی رعیتہ لیصلح بینھم رقم الحدیث: ۵۴۱۳ دارالفکر بیروت)(موطا امام مالک کتاب قصر الصلوٰۃ فی السفر رقم: ۶۱)(صحیح ابن حبان، کتاب الصلوٰۃ باب ذکر البیان بان...... رقم الحدیث: ۲۲۶۱، دارالمعرفہ بیروت)(مسند احمد، رقم الحدیث: ۲۲۸۶۷، صحیح ابن خزیمہ رقم ۱۶۲۳)(المعجم الکبیر ۵۹۳۲ جامع المسانید لابن جوزی ۲۴۱۸)

ترجمہ: ''حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بنی عمرو بن عوف کی طرف ان کے درمیان صلح کرانے کے لیے گئے پس نماز کا وقت آ گیا پھر موذن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا۔ کیا آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں گے تو میں نماز کی اقامت پڑھوں؟ حضرت ابوبکر نے کہا ہاں۔ پھر حضرت ابوبکر نے نماز پڑھائی۔ پھر رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے اور لوگ اس وقت نماز پڑھنے میں مشغول تھے۔ نبی مکرم صفوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے آئے حتیٰ کہ پہلی صف میں آ کھڑے ہوئے پس لوگوں نے تالیاں بجائیں اور حضرت ابوبکر نماز میں ادھر اُدھر التفات نہیں کرتے تھے، جب لوگوں نے بہت زیادہ تالیاں بجائیں تو انہوں نے توجہ کی پس انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھ لیا، رسول اللہ ﷺ نے ان کو اشارہ کیا کہ وہ اپنی جگہ ٹھہرے رہیں حضرت

ابوبکر نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے اور اس پر اللہ کا شکر ادا کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں نماز پڑھاتے رہنے کا حکم دیا۔ پھر حضرت ابوبکر پیچھے ہو گئے حتیٰ کہ صف کے برابر کھڑے ہو گئے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔ جب نبی مکرم ﷺ نماز سے فارغ ہو گئے تو آپ نے فرمایا: اے ابوبکر! تم کو اپنی جگہ برقرار رہنے سے کس چیز نے روکا؟ حالانکہ، میں نے تمہیں حکم دیا تھا؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ابوقحافہ کے بیٹے کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے نماز پڑھائے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا وجہ ہے کہ میں تمہیں بہت زیادہ تالیاں بجاتے ہوئے دیکھا۔ جس کو نماز میں کوئی امر پیش آئے وہ سبحان اللہ کہے، جب وہ سبحان اللہ کہے گا تو اس کی طرف التفات کیا جائے گا تالیاں بجانا صرف عورتوں کے لیے ہے۔"

قارئین کرام! وہابیہ کے نزدیک خارج از صلوٰۃ تعظیم مصطفی کریم ﷺ شرک وکفر ہے۔ تو عین حالت نماز میں کہ بندگی کا سب سے اعلیٰ مقام اور تمام عبادات میں سب سے موکد عبادت ہے، تعظیم مصطفی ﷺ وہابیہ کے نزدیک کس قدر بڑا شرک ہے؟ اور یہ شرک امام احمد رضا خان فاضل بریلوی کے معتقدین ومتبعین سے صادر نہیں ہوا بلکہ وہابیہ کا یہ مزعومہ شرک صحابہ کرام جن میں سیدنا صدیق اکبر، سیدنا فاروق اعظم، سیدنا عثمان غنی، سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم شامل ہیں جو کہ اس امت میں سب سے بڑے موحد ہیں اُن سے صادر ہوا اور صرف ان سے نہیں بلکہ جب حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے فعل پر انہیں زجر وتوبیخ نہ فرمائی اور سکوت فرمایا تو

العیاذ باللہ تعالیٰ وہابیہ کے نزدیک حضور اقدس ﷺ صحابہ کے شرک پر خاموش رہے اور انہیں سرزنش نہ فرمائی حالانکہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ (المائدہ:۶۷)

ترجمہ: ''(محبوب) جو تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل ہوا ہے اُسے (لوگوں) تک پہنچا دیں اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تم نے اُس کی رسالت کو نہ پہنچایا۔''

لہٰذا غور فرمائیں کہ وہابیہ کے فتوائے شرک کی قباحت وشناعت کہاں تک پہنچ گئی؟

یہاں تک قارئین پر خوب واضح ہو چکا کہ وہابیہ کا حضور اقدس ﷺ کی تعظیم و توقیر کی نفی کرنا صریح باطل ہے اور قرآنی نصوص قطعیہ، احادیث متواترہ، اجماع صحابہ اور تعامل امت کے صریح منافی ہے۔

اس ضمن میں ایک آخری حوالہ امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کا ملاحظہ فرمائیں۔ آپ نقل فرماتے ہیں:

کان (الشیخ ابو العباس احمد الملثم رضی اللہ عنہ) یقول: لم تکن الاقطاب اقطابا والاوتاد اوتادا والاولیاء اولیاء الا بتعظیمھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و معرفتھم بہ۔

(الطبقات الکبریٰ صفحہ ۲۲۳، بیروت)

ترجمہ: ''شیخ ابو العباس احمد ملثم فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم، اور آپ کی معرفت کے بغیر کوئی انسان، قطب، اوتاد اور ولی نہیں بن سکتا۔''

وہابیہ کی بے باکی کا چوتھا واقعہ

راقم الحروف ایک رات حسب معمول عشاء کی نماز کے بعد بارگاہِ رسول کونین ﷺ میں حاضر ہوا۔ تو دیکھا کہ لوگ نماز جماعت سے پڑھ رہے ہیں اور وہ وقت نماز کا نہیں تھا، سو راقم نے وہاں کے ایک خادم سے استفسار کیا کہ یہ نماز کا وقت نہیں ہے کیونکہ رات کے تقریباً ۱۰ بج چکے تھے تو یہ لوگ کون سی نماز پڑھ رہے ہیں؟ تو اُس نے جواباً کہا کہ چاند گرہن ہے لہٰذا جماعت سے نوافل پڑھے جا رہے ہیں۔ نماز کے بعد مسجد نبوی کے امام نے مفصل عربی کا خطبہ دیا۔ جس میں ایک جملہ اُس نے یہ استعمال کیا کہ ''محمد ﷺ اپنی ذات کو نفع نہیں پہنچا سکتے تو وہ کسی اور کو نفع کس طرح پہنچا سکتے ہیں۔'' (یعنی اُن سے کسی نفع رسانی کی توقع رکھنا بے سود اور بے فائدہ بلکہ شرک وکفر ہے)

تبصرہ

قارئین کرام! یہ وہابیہ کا وہ قبیح عقیدہ ہے، جو اُن کی تمام کتب میں شائع و ذائع ہے۔ اُن کے نزدیک جس طرح ایک بے جان بت بے فیض اور بے نفع ہے اُسی طرح رسول اللہ ﷺ بھی بے فیض اور بے نفع ہیں اور جس طرح ایک بت سے نفع رسانی کی توقع رکھنا شرک وکفر ہے اسی طرح رسول اللہ ﷺ کو نافع سمجھنا اور آپ سے نفع رسانی کی توقع و امید رکھنا کفر و شرک ہے؟ بلکہ وہابیہ تو اس بارے میں انتہائی سخت گستاخی کے کلمات استعمال کرتے ہیں چنانچہ

علامہ جمیل عراقی الفجر الصادق میں احوال نجدی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں حتیٰ کہ

ان بعض اتباعه يقول بحضرته ان عصاى هذه خير من محمد لانى انتفع بها و محمد قد مات فلم يبق فيه نفع وهو يرضى بكلامه و هذا كما تعلم كفر فى المذاهب الاربعة۔ (الفجر الصادق صفحہ ۱۸،۱۷)

ترجمہ: ''یہاں تک کہ اس کے پیروکار اس کے سامنے برملا کہتے تھے کہ ہماری لاٹھی محمد سے بہتر ہے کیونکہ میں اس سے نفع اٹھا سکتا ہوں اور محمد تو فوت ہو چکے ہیں ان میں کوئی نفع باقی نہیں رہا۔ یہ باتیں سن کر وہ خوش ہوا کرتا تھا اور (علامہ جمیل عراقی فرماتے ہیں) یہ امور مذاہب اربعہ میں کفر ہیں۔''

بعینہٖ یہی عبارت علامہ سید احمد زینی دحلان نے اپنی کتاب ''خلاصۃ الکلام فی بیان امراء البلد الحرام صفحہ ۲۲۹'' پر نقل کی۔

حسین احمد مدنی نے شہاب ثاقب میں لکھا:

''ان کا (یعنی وہابیہ کا) خیال ہے کہ رسول مقبول ﷺ کا کوئی حق اب ہم پر نہیں اور نہ کوئی احسان اور فائدہ ان کی ذات پاک سے بعد وفات ہے اور اسی وجہ سے توسل دعا میں آپ کی ذات پاک سے بعد وفات ناجائز کہتے ہیں۔ ان کے بڑوں کا مقولہ ہے، معاذ اللہ نقل کفر کفر نباشد کہ ہمارے ہاتھ کی لاٹھی ذات سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہم کو زیادہ نفع دینے والی ہے اس سے کتے کو بھی دفع کر سکتے اور ذات فخر عالم ﷺ سے تو یہ بھی

نہیں کر سکتے۔" (الشہاب الثاقب، صفحہ ۱۸۹، ادارہ تحقیقات اہلِ سنت، لاہور)

رسول اللہ ﷺ کی نفع رسانی کے متعلق عقیدہ اہلِ سنت

عقیدہ اہلِ سنت کی وضاحت سے قبل مفسر شہیر علامہ صاوی مالکی رحمۃ اللہ علیہ کا رسول اللہ ﷺ کی مطلقاً نفع رسانی کا انکار کرنے والے کے متعلق فیصلہ ملاحظہ فرمائیں۔

فهو صلى الله عليه وسلم الدليل الشفيع المشفع جعل الله مفاتيح خزائنه بيده فمن زعم ان النبی صلى الله عليه وسلم كاحاد الناس لا يملك شيئا اصلا و لا نفع به لا ظاهر ولا باطنا فهو كافر خاسر الدنيا والأخرة.

(تفسیر صاوی جلد ۱ صفحہ ۱۵۸)

ترجمہ: علامہ صاوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"حضور اقدس علیہ السلام دلیل (اکمل) شفیع اور مشفع ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے خزانوں کی چابیاں آپ کو عطا فرما دیں ہیں تو جس نے یہ گمان کیا کہ حضور اقدس علیہ السلام عام لوگوں کی طرح ہیں (جیسا کہ وہابیہ کا گمان ہے) کسی چیز کے مالک نہیں۔ اور حضور سے کوئی نفع نہیں نہ ظاہری طور پر اور نہ باطنی طور پر۔ تو وہ کافر ہے اور دنیا و آخرت میں نقصان اٹھانے والا ہے۔"

قارئین کرام! اہلِ سنت کثرھم اللہ تعالیٰ کا عقیدہ ہے کہ ہر چیز کا نفع و نقصان حقیقی و ذاتی طور پر اور استقلالاً اللہ رب العزت کے دست قدرت میں ہے۔ وہی درحقیقت نفع پہنچانے والا ہے اُس کے مقابلہ میں یا اُس کی اجازت، اذن اور

توفیق کے بغیر کسی کا کوئی نفع نہیں۔ اور یہی حقیقت توحید ہے لہٰذا اگر کوئی کسی فرد کے متعلق یہ عقیدہ رکھے کہ وہ اللہ رب العزت کے مقابلہ میں یا اُس کے اذن، توفیق، عطا اور اجازت کے بغیر نفع پہنچا سکتا ہے یا وہ اپنے نفع پہنچانے میں اللہ رب العزت کا محتاج نہیں ہے تو وہ حتما، یقیناً اور قطعاً کافر و مشرک ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اللہ رب العزت اپنی مخلوق کو نفع پہنچانے کی قوت اور طاقت نہیں عطا فرماتا۔ وہ جس طرح واحد لاشریک ہے اُسی طرح جواد، وہاب، منعم، معطی اور رزاق بھی ہے اور وہ اپنی مخلوق بالخصوص اپنی بارگاہ کے مقربین کو نفع پہنچانے کا تصرف و اختیار بھی عطا فرماتا ہے۔ فرق یہ ہوگا کہ مخلوق کا نفع پہنچانا اُس کے اذن و توفیق سے ہے اور مخلوق اپنے نفع پہنچانے میں اُس کی محتاج ہے اور مخلوق کی طرف نفع رسانی کی اسناد، اسنادِ مجازی ہے جبکہ اللہ رب العزت کا نفع پہنچانا ذاتی اور حقیقی طور پر ہے اور وہ اپنے نفع پہنچانے میں کسی کا محتاج نہیں اور اللہ رب العزت کی طرف نفع رسانی کی اسناد، اسنادِ حقیقی ہے۔ اور یہ بین فرق قرآن مجید کے کئی مقامات پر ملحوظ رہا ہے مثال کے طور پر اللہ رب العزت قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد فرمایا:

وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا ۚ وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا ﴿۴۵﴾ (النساء:۴۵)

ترجمہ: ''اور اللہ کافی ہے والی اور اللہ کافی ہے مددگار۔''

آیت کریمہ میں اللہ رب العزت کی دو صفات ''ولی'' اور نصیر بیان کی گئی جبکہ ایک دوسرے مقام پر ان الفاظ کی اسناد مخلوق کی طرف بھی ہے۔ چنانچہ ارشادِ ربانی ہے:

وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ﴿۷۵﴾ (النساء:۷۵)

ترجمہ: ''اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی حمایتی دے دے اور ہمیں اپنے

پاس سے کوئی مددگار دے دے۔''

ملاحظہ فرمائیں کہ ایک طرف ولی اور نصیر اللہ رب العزت کی صفت اور دوسری طرف ولی اور نصیر مخلوق کی صفت ہے۔ اب وہابی ہی بتائیں کہ وہ اس آیت میں سوائے ذاتی عطائی اور حقیقی و مجازی کے کیا فرق کریں گے؟ اور اگر یہاں یہ فرق کیا جائے تو توحید میں فرق نہیں آسکتا تو رسول اللہ ﷺ کے باذن اللہ تعالیٰ نافع ہونے کے اعتقاد سے بھی توحید میں فرق نہیں آئے گا۔

اسی طرح تمام مسلمانوں میں اس طرح کے الفاظ مروج و معروف ہیں مثلاً کسی مرض میں ڈاکٹر یا طبیب کہتا ہے کہ فلاں مرض میں یہ دوا نافع ہے۔ اور اسی طرح کہا جاتا ہے کہ بھوک کو دور کرنے میں کھانا نفع دیتا ہے اور پیاس کو دور کرنے میں پانی نفع دیتا ہے۔ اور دنیا کے تمام لوگ باہم ایک دوسرے کو مختلف امور میں نفع پہنچاتے ہیں۔ قاضی و حاکم انصاف کر کے مظلوم کو نفع پہنچاتے ہیں۔ امیر و متمول، سخاوت سے غریب اور فقیر لوگوں کو نفع پہنچاتے ہیں۔ گم گشتہ راہ کو صحیح رہنمائی سے نفع پہنچایا جاتا ہے۔ اور نابینا یا معذور کو مقصود تک پہنچا کر نفع پہنچایا جاتا ہے تو بڑی عجیب بات ہے کہ عام قسم کی مخلوق تو ایک دوسرے کو نفع پہنچائے، حتیٰ کہ طعام و شراب اور ادویات کے نافع ہونے کا اعتقاد بھی رکھا جائے لیکن نفع نہیں پہنچا سکتے تو صرف خدا عزوجل کے نبی و ولی اور برگزیدہ لوگ بالخصوص تاجدارِ کائنات ﷺ اس کا مطلب تو پھر کوئی یہ لے سکتا ہے کہ اللہ رب العزت عام مخلوق کو تو نافع بنا دیتا ہے لیکن اپنے محبوب پیارے اور عبادت گزار بندوں کو بے بس، عاجز، بے نفع اور بے فائدہ رکھتا ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

وما قدروا اللہ حق قدرہ۔

قرآن مجید میں نفع رسانی کی اسناد مخلوق کی طرف

قبل اس کے کہ رسول اللہ ﷺ کے باذن اللہ نافع ہونے پر دلائل پیش کیے جائیں۔ عام مخلوق کی نفع رسانی پر دلائل قرآن وحدیث سے قارئین کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں۔ تا کہ قارئین خود یہ فیصلہ کرسکیں کہ وہابیہ کا یہ عقیدہ کہ رسول اللہ ﷺ کوئی نفع نہیں پہنچا سکتے کس قدر آپ کی گستاخی اور توہین پر مشتمل ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ۔ (البقرہ:۱۶۴)

ترجمہ: ''اور اُس کشتی میں (ہماری قدرت کی نشانی ہے) جو سمندر میں چلتی ہے اُن چیزوں کے ساتھ جو لوگوں کے لیے نافع ہیں۔''

اس آیت میں صراحۃً اللہ رب العزت نے نفع کی اسناد اُن تجارتی چیزوں کی طرف فرمائی ہے جو ایک ملک سے دوسرے ملک تک پہنچتی ہیں۔ سو اگر عام کھانے پینے کی چیزیں نافع ہوسکتی ہیں تو یقیناً انبیاء واولیاء بھی باذن اللہ تعالیٰ نفع پہنچا سکتے ہیں۔

نیز ارشادِ ربانی ہے:

قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ط (المائدہ:۱۱۹)

ترجمہ: ''اللہ نے فرمایا یہ وہ دن ہے جس دن سچوں کو اُن کا سچ نفع پہنچائے گا۔''

نیز ارشاد فرمایا:

وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ ط (الرعد:۱۷)

ترجمہ: ''اور جو لوگوں کے لیے نافع ہیں وہ زمین میں رہتے ہیں۔''

تفسیر جلالین میں ہے:

واما ما ینفع الناس من الماء والجواھر۔ (تفسیر جلالین، صفحہ ۲۰۲)

ترجمہ: ''اور جو لوگوں کو نفع پہنچاتی ہے۔ اس سے مراد پانی اور جواہرات ہیں۔''

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ؕ (النسآء:۱۱)

ترجمہ: ''تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تم کیا جانو کہ ان میں کون تمہارے لیے زیادہ نافع ہے۔''

نیز ارشاد فرمایا:

قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ز (البقرۃ:۲۱۹)

ترجمہ: ''اے محبوب! فرماؤ۔ شراب اور جوا میں بہت بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے کچھ دنیوی نفع بھی۔''

ارشادِ ربانی ہے:

وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۵﴾ (النحل:۵)

ترجمہ: ''اور اللہ نے چوپاؤں کو پیدا کیا ان میں تمہارے لیے گرم لباس اور فائدے ہیں اور ان سے تم کھاتے ہو۔''

قرآن مجید کی ان آیات سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ مخلوق کی طرف نفع کی اسناد بطور مجاز کرنا بالکل جائز امر اور اللہ رب العزت کی سنت اور اُس کا طریقہ ہے۔ سو جو لوگ انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام رحمہم اللہ سے نفع رسانی کی مطلق نفی کرتے

ہیں اور اس پر شرک کا فتویٰ صادر کرتے ہیں وہ قرآن مجید کی ان واضح آیات کی کیا تاویل کریں گے؟ جس میں باپ، بیٹا، پانی، جواہرات، چوپائے حتیٰ کہ شراب اور جوا کو بھی (دنیوی اعتبار سے) نافع قرار دیا گیا ہے؟

اس طرح کی آیات قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر موجود ہیں جن میں صراحۃً نفع رسانی کی اسناد مخلوق کی طرف ہے۔ طوالت کے خوف سے اُن تمام کو ذکر نہیں کیا گیا۔ اب چند ایسی آیات ملاحظہ فرمائیں، جن میں کنایۃً اور اشارۃً مخلوق کی نفع رسانی کا ذکر ہے۔

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى (المائدۃ:۲)

ترجمہ: ''اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔''

نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرنے کی مثال یہ ہے کہ ایک آدمی سر تا پا معصیت اور نافرمانی میں غرق ہے۔ شراب، جوا، زنا، چوری، سود لینا، نمازوں کو ترک کرنا علیٰ ھذا القیاس وہ ہر اُس قبیح کام کا مرتکب ہے جس سے شریعت نے منع فرمایا۔ اور وہ اپنے اُن برے اعمال اور سیئات و تقصیرات کی وجہ دنیا و آخرت میں خذلان اور عذاب الیم کا مستحق ہے۔ اُس آدمی کو کوئی عالم ان تمام کاموں سے توبہ کی طرف راغب کرے۔ قبر کی رات، آخرت کا دن اور احکم الحاکمین کے محاسبہ کی یاد دلائے اور اُس کو اس حکمت عملی اور موعظت حسنہ سے تبلیغ کرے کہ وہ ان تمام کاموں سے نفیر و مجتنب ہو کر صدق دل سے تائب ہو جائے۔ اور نیکی، تقویٰ، طاعت و فرمانبرداری کی راہ پر آ جائے تو سچ بتایئے کہ کیا اس عالم نے اُس فاسق و فاجر کی نیکی و تقویٰ پر مدد کر کے اُسے نفع نہیں پہنچایا؟ اگر یہ نفع نہیں تو معلوم نہیں کہ پھر نفع کس چیز کا نام ہے؟ اس مضمون کو حدیث پاک میں بیان فرمایا گیا ہے۔

اللہ فی عون العبد ما کان العبد فی عون اخیہ۔

ترجمہ: ''اللہ اُس وقت تک اپنے بندے کی مدد فرماتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے۔''

سو اس آیت و حدیث میں ہر عالم، مبلغ، شیخ ولی اور انبیاء علیہم السلام کو مددگار یعنی نافع قرار دیا گیا ہے۔

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ﴿۷۵﴾ (النسآء:۷۵)

ترجمہ: ''اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی حمایتی دے دے اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی مددگار دے دے۔''

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ (النسآء:۸۵)

ترجمہ: ''اور جو اچھی سفارش کرے گا تو اُس کے لیے اُس میں سے حصہ ہوگا۔''

کسی مسلمان کے لیے اچھی سفارش کرنا بھی اُسے نفع پہنچانا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ؕ (البقرۃ:۲۸۰)

ترجمہ: ''اور اگر مقروض تنگ دست ہو تو اُسے اُس کی آسانی تک مہلت دی جائے گی۔''

تنگ دست مقروض پر آسانی کرنا اور اُسے مہلت دینا بھی ایک نفع ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نافع ہونا

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَّ جَعَلَنِیۡ مُبٰرَکًا اَیۡنَ مَا کُنۡتُ (مریم:۳۱)

ترجمہ: ''(حضرت عیسیٰ نے کہا) اور اللہ نے مجھے مبارک بنایا میں جہاں بھی ہوں۔''

تفسیر جلالین میں ہے:

وجعلنی مبارکا اینما کنت ای نَفّاعاً للناس۔

(تفسیر جلالین صفحہ ۲۵۵ قدیمی کتب خانہ کراچی)

ترجمہ: ''اور میں جہاں بھی ہوں اللہ نے مجھے مبارک یعنی نفاع بہت زیادہ نفع دینے والا بنادیا ہے۔''

امام ابوجعفر محمد بن جریر الطبری متوفی ۳۱۰ھ فرماتے ہیں:

عن مجاھد (وجعلنی مبارکا) قال: نفاعا۔

(جامع البیان، جلد ۸ صفحہ ۳۳۸، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

حضرت مجاہد سے روایت ہے (وجعلنی مبارکا) کا معنیٰ ہے، بہت زیادہ نفع دینے والا۔''

یہی معنیٰ ملا علی قاری نے شرح الشفا جلد ۱ میں اور حافظ ابن کثیر نے تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۱۴۵۳ میں بیان کیا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ صفت قیامت تک رہے گی کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آج بھی ظاہری حیات اقدس کے ساتھ موصوف ہیں۔ اور آسمانوں پر تشریف فرما ہیں۔

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

(این ما کنت) حیث کنت و فی الارض او فی السماء و حیث توجهت و یستفاد منه انه نفاع فی السماء یستفید منه الملائکة۔ (التفسیر المظہری جلد ۲ صفحہ ۳۸۳)

ترجمہ: ''(این ما کنت) کا معنیٰ ہے میں جہاں بھی ہوں (مخلوق کو بہت زیادہ نفع دینے والا ہوں) خواہ زمین میں ہوں یا آسمان میں یا جہاں بھی متوجہ ہوں، (علامہ پانی پتی فرماتے ہیں) اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں میں بھی نفاع یعنی بہت نفع پہنچانے والے ہیں اور ملائکہ اُن سے استفادہ کرتے ہیں۔''

نجدی لوگ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ سرکار اپنی ذات کو بھی نفع نہیں پہنچا سکتے اور قرآن کی یہ آیت اور مفسرین کی تصریحات یہ بتاتی ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین و آسمان کی مخلوق کے لیے نفاع ہیں۔ سو اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نفع کا یہ عالم ہے تو سید الانبیاء والمرسلین کی نفع رسانی کا عالم کیا ہوگا؟

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ

(آل عمران: ۴۹)

ترجمہ: ''اور میں شفا دیتا ہوں مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو اور میں مردے کو زندہ کرتا ہوں اللہ کے حکم سے۔''

یہ آیت کریمہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے باذن اللہ تعالیٰ نفاع ہونے پر واضح دلیل ہے اور وہ اس طرح کہ نابینا کو بینا کرنا اور برص کے مریض کو شفا دینا اور مردے کو زندہ کرنا یقیناً نفع رسانی ہے جس کا حقیقی فاعل اور موثر و مسبب تو صرف اللہ

رب العزت ہے۔لیکن اُس کا ظاہری سبب حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔اس آیت میں اللہ رب العزت نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اس نفع رسانی کی اسناد فرمائی ہیں جس سے قطعی طور پر معلوم ہوا کہ اللہ رب العزت کے محبوب اور برگزیدہ بندے بھی باذن اللہ تعالیٰ نفع پہنچاتے ہیں اور اُن کی طرف بھی اسناد مجازی کے طور پر اسناد کی جا سکتی ہیں۔

حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نفع رسانی قرآن سے

قارئین کرام! جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دوسری مخلوقات کی نفع رسانی قرآن سے ثابت ہے تو حضور نبی مکرم ﷺ جو ہر نعمت و کمال میں وسیلہ کبریٰ اور مبدا فیوضات ہیں، آپ کی نفع رسانی کا انکار کیسے کیا جا سکتا ہے؟ اس لیے قرآن مجید، فرقانِ حمید نے واضح طور پر حضور اقدس علیہ السلام کے فیوض و برکات اور آپ کی نفع رسانی کے دلائل بیان فرمائے ہیں، مثلاً اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾

(التوبۃ:۱۲۸)

ترجمہ: ''بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان مہربان۔

اس آیتِ کریمہ میں اللہ رب العزت نے حضور اقدس علیہ السلام کو مومنین پر ''رؤف ورحیم'' قرار دیا۔اور رافت و رحمت کرنا بھی یقیناً نفع رسانی ہے۔اور مومنین سے مراد آپ کی جمیع امت ہے نہ کہ صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔جس کا واضح مطلب یہ

ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ جس طرح صحابہ کرام کی رافت ورحمت کے ذریعے نفع پہنچاتے تھے اسی طرح تاقیامت مومنین پر رافت ورحمت کر کے انہیں نفع پہنچاتے ہیں۔

ارشادِ ربانی ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴿۱۰۷﴾ (الانبیاء: ۱۰۷)

ترجمہ: ''اے محبوب ہم نے آپ کو تمام جہانوں پر رحمت کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔''

عالمین کا اطلاق کائنات کی ہر شے پر ہر زمانے میں اور ہر جگہ پر ہوتا ہے۔ جس کا معنیٰ ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نباتات، جمادات، حیوانات، ملائکہ اور جمیع بنی نوع انسان کے لیے تاقیام قیامت سراپا رحمت ہیں۔ بعض لوگوں نے کہا کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام بعد از وصال نفع نہیں پہنچا سکتے تو میرا اُن سے سوال ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام صرف ظاہری حیات اقدس تک رحمۃ للعالمین تھے یا تاقیام قیامت ہمیشہ کے لیے؟ اگر ظاہری حیات طیبہ تک رحمۃ للعالمین تھے تو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس صفت کے سلب ہونے پر کیا دلیل ہے؟ نیز کیا قرآن صرف عہد نبوی کے لیے تھا یا قیامت تک کے لیے۔ اگر قرآن قیامت تک کے لیے ہے تو پھر یہ آیت بھی قیامت تک کے لیے ہے جس سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام جس طرح ظاہری حیات طیبہ میں راحم للعالمین ہیں اسی طرح بعد از وصال بھی راحم ہیں۔ اور مخلوقات پر رحمت کرنا یقیناً ان کو نفع پہنچانا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام باذن اللہ تعالیٰ بعد از وصال بھی نافع للعالمین اور راحم للعالمین ہیں۔

ارشادِ ربانی ہے:

يَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ؕ

(الاعراف: ۱۵۷)

ترجمہ: ''وہ (رسول) ان سے (یعنی اپنے غلاموں سے) وہ بوجھ اور گلے کے پھندے جو ان پر تھے اتارے گا۔''

کسی پر سے بھاری بوجھ اور گلے کے پھندے اتارنا یقیناً اُسے نفع پہنچانا ہے۔ اور بھاری بوجھ سے مراد سخت تکلیفیں ہیں جیسے کہ توبہ میں اپنے آپ کو قتل کرنا اور جن اعضاء سے گناہ صادر ہوں ان کو کاٹ دینا اور گلے کے پھندے سے مراد احکام شاقہ ہیں جیسے بدن اور کپڑے کے جس مقام کو نجاست لگے اُس کو قینچی سے کاٹ ڈالنا اور گناہوں کا مکان کے دروازوں پر ظاہر ہونا وغیرہ اور حضور اقدس علیہ السلام نے یہ بھاری بوجھ اور گلے کے پھندے تمام امت سے دور فرمائے ہیں۔ جس کا مطلب واضح ہے کہ حضور اقدس علیہ السلام باذن اللہ تعالیٰ تمام امت کے لیے نافع ہیں۔

ارشادِ ربانی ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۝ (النساء: ٦٤)

ترجمہ: ''اور اگر وہ اپنے آپ پر ظلم کریں تو اے محبوب! تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ رب العزت نے قبولیت توبہ کو مشروط کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی شفاعت پر اور رسول اللہ ﷺ کے استغفار پر۔ اور گناہوں پر بخشش اور مغفرت اور پھر اُس کے نتیجہ میں ملنے والی رحمت الٰہی عزوجل اور جنت سے بڑھ کر نفع رسانی کیا ہو سکتی ہے؟ اور اللہ رب العزت نے ہمیں اس نفع کے حصول کے

لیے بھی درِ مصطفی ﷺ پر حاضر ہونے کا حکم فرمایا۔ اور یہ آیت فقط صحابہ کرام کے لیے خاص نہیں بلکہ جمیع امت کے لیے بعد از وصال بھی یہی حکم ہے۔ چنانچہ مشہور روایت ہے:

عن العتبی رضی الله عنه قال: كنت جالسا عند قبر النبی صلی الله علیه وسلم فجاء اعرابی فقال: السلام عليك يا رسول الله۔ سمعت الله عزوجل يقول: (ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاء وك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما) وقد جئتك مستغفرا الذنبی مستشفعا الی ربی اثم انشاء يقول:

يا خير من دفنت بالقاع اعظمه
فطاب من طيبهن القاع والا كم
نفسی الفداء لقبر انت ساكنه
فيه العفاف وفيه الجود والكرم

ثم انصرف الاعرابی فغلبتنی عينی فرايت النبی صلی الله علیه وسلم فی النوم۔ فقال: عتبی: الحق الاعرابی فبشره ان الله عزوجل قد غفرله۔

(شعب الایمان، للبیہقی جلد ۳ صفحہ ۴۹۵، رقم الحدیث: ۴۱۷۸، المغنی لابن قدامہ جلد ۳ صفحہ ۲۹۸، تفسیر ابن کثیر جلد ۱ صفحہ ۵۲۱، الدرالمنثور جلد ۱ صفحہ ۵۷۰، الاذکار للامام النووی)

ترجمہ: ''حضرت عتبی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں حضور نبی مکرم ﷺ کی قبر انور کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک

اعرابی قبر انور پر حاضر ہوا اور عرض کیا: السلام علیک یا رسول اللہ۔ (پھر عرض کیا) میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سنا ہے ''اور اگر وہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں اور اللہ سے بخشش مانگیں اور رسول بھی اُن کے لیے مغفرت طلب کریں تو وہ ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پائیں گے'' اور (یا رسول اللہ) بے شک میں آپ کے پاس اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرنے اور اپنے رب کے ہاں آپ کو وسیلہ بنانے کے لیے آیا ہوں۔ پھر وہ یہ اشعار پڑھنے لگا:

''اے وہ بہترین پیشوا! جن کا مبارک وجود اس زمین میں مدفون ہے۔ پس ان کی پاکیزہ خوشبو سے اس زمین کے حصے اور ٹیلے معطر و پاکیزہ ہیں۔ میری جان اس روضہ اقدس پر فدا ہو کہ (یا رسول اللہ) جس میں آپ آرام فرما ہیں اور اس قبر انور میں پاکدامنی اور جود و کرم کا سر چشمہ اور منبع ہیں (جیسے اپنی ظاہری حیات طیبہ میں تھے)۔''

پھر وہ دیہاتی وہاں سے چلا گیا اور (حضرت عتبی) نے فرمایا کہ میری آنکھ لگ گئی، تو میں اسی وقت خواب میں حضور نبی اکرم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا، آپ علیہ السلام نے فرمایا: اے عتبی! اس اعرابی کے پاس جاؤ اور اسے یہ خوش خبری سناؤ کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا ہے۔''

یہ حدیث اس بات پر واضح دلیل ہے کہ حضور اقدس علیہ السلام کا جود و کرم اور

آپ کا نفع جس طرح ظاہری حیات اقدس میں تھا اسی طرح بعد از وصال بھی قائم و دائم ہے۔ وللہ الحمد۔

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

اِنَّكَ لَتَهْدِيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (الشوریٰ: ۵۲)

ترجمہ: ''بے شک (اے محبوب) تم ضرور سیدھے رستہ کی ہدایت دیتے ہو۔''

ضلال اور گمراہی سے بڑھ کر کوئی نقصان اور خسارہ نہیں جس کی وجہ سے انسان غضب الٰہی عز وجل کا مستحق بنتا ہے اور جہنم کے عذاب میں گرفتار ہوتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے:

کل ضلالة فی النار.

ترجمہ: ''اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے کا باعث ہے۔''

اور گمراہی کے مقابلہ میں ہدایت ہے۔ سو جب گمراہی نقصان ہے تو یقینا ہدایت دینا نفع رسانی ہے اور یہ نفع رسانی و ہدایت صرف صحابہ کرام کے لیے نہیں بلکہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پیغام ہدایت جمیع انسانیت کے لیے تا قیام قیامت ہے۔ جس سے واضح ہوا کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نفع اور فیض بعد از وصال بھی جاری و ساری ہے۔

ارشادِ ربانی ہے:

لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ

ترجمہ: ''تاکہ (اے محبوب) تم لوگوں کو تاریکیوں سے نور کی طرف نکالو۔''

نیز ارشاد فرمایا:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴿۱۶۴﴾ (آل عمران: ۱۶۴)

ترجمہ: ''تحقیق اللہ نے احسان فرمایا مومنین پر جب اُن میں انہی میں سے ایک عظیم رسول بھیجا جو اُن پر اُس کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور انہیں ستھرا کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے، اور اگر چہ اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں تھے۔''

اللہ رب العزت نے اس آیت میں اپنے حبیب مکرم ﷺ کی بعثت سے جملہ مومنین پر احسان کا اظہار فرمایا۔ اور یہ احسان تب ممکن ہے جب حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فیض و نفع مومنین کو پہنچے۔ اس لیے اگر بقول وہابیہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام بے فیض اور بے نفع ہیں العیاذ باللہ تعالیٰ تو یہ اللہ رب العزت کا تمام مومنین پر احسان کیسے ہوسکتا ہے؟ اور یہ احسان تب ہے کہ جب یہ مانا جائے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام باذن اللہ تعالیٰ جمیع مومنین کو تلاوت قرآن، تزکیہ نفوس، تعلیم کتاب و حکمت کا نفع پہنچانے والے ہیں جس نفع کے ذریعے انسان گمراہی کی تاریکیوں اور ظلمات سے بچ ہدایت کی روشنی اور نور کو حاصل کر لیتا ہے۔ اگر یہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نفع نہیں تو نہ جانے پر نفع کس چیز کا نام ہے۔ اللہ رب العزت فہم سلیم عطا فرمائے۔

مخلوق کی نفع رسانی کا ثبوت احادیث سے

❶ عن ابی هريرة رضی الله عنه قال: كنا نمشی مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فمررنا على قبرين

فقام فقمنا معه. فجعل لونه يتغير حتى رعد كم قميصه. فقلنا: مالك يا نبى الله، قال: ما تسمعون ما اسمع" قلنا: وما ذاك يا نبى الله قال: "هذان رجلان يعذبان فى قبورهما عذابا شديدا فى ذنب هين" قلنا: مم ذلك يا نبى الله، قال: "كان احدهما لا يستره من البول و كان الآخر يؤذى الناس بلسانه. و يمشى بينهم بالنميمة" فدعا بجريدتين من جرائد النخل فجعل فى كل قبر واحدة. قلنا: وهل ينفعهما ذلك يا رسول الله؟ قال: "نعم يخفف عنهما ما داما رطبتين."

(صحیح ابن حبان، کتاب: الرقائق، رقم الحدیث: ۸۲۴، مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۴۴۱)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل رہے تھے کہ ہمارا گزر دو قبروں پر سے ہوا پس سرکار کھڑے ہو گئے تو ہم بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ تو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا رنگ مبارک متغیر ہونے لگا، یہاں تک کہ آپ کے قمیص کی آستین ہلنے لگی۔ ہم نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ کو کیا ہوا؟ فرمایا کیا تم وہ سن رہے ہو جو میں سن رہا ہوں؟ ہم نے عرض کی: وہ کیا چیز ہے، یا نبی اللہ؟ فرمایا: یہ دو مرد ہیں جن کو اُن کی قبر میں سخت عذاب دیا جا رہا ہے اور ایسے گناہ کے سبب کہ جس سے بچنا آسان ہے۔ ہم نے عرض کی: یا نبی اللہ! یہ کس سبب سے ہے؟ فرمایا ان میں

سے ایک پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا زبان کے ساتھ
لوگوں کو اذیت دیتا تھا اور اُن میں چغلی کرتا تھا۔ پھر حضور اقدس
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کھجور کی شاخوں میں ایک شاخ طلب فرمائی اور ہر
ایک کی قبر پر رکھ دی۔ ہم نے عرض کی کہ کیا یہ شاخ ان کو نفع
پہنچائے گی؟ فرمایا: ہاں جب تک یہ تر رہیں گی۔
میں تخفیف ہوتی رہے گی۔"

◆ ۲ عن عائشة رضی الله عنها: ان رسول الله صلى الله
عليه وسلم كان اذا راى المطر قال: صيّبا نافع۔

(صحیح بخاری، کتاب: الاستسقاء، باب: مایقال اذا امطرت، رقم الحدیث: ۱۰۳۲) (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۳۸۹۰)

ترجمہ: "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب
بارش کو دیکھتے تو یہ عرض کرتے (اے اللہ) اس بارش کو نافع بنا۔"

◆ ۳ عن جابر رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلى
الله عليه وسلم: العلم علمان: فعلم فی القلب
و ذلك العلم النافع، و علم على اللسان و تلك
حجة الله على ابن آدم۔

(مصنف ابن شیبہ، جلد ۷ صفحہ ۸۲، رقم الحدیث: ۳۴۳۶۱، سنن داری جلد ۱ صفحہ ۱۱۴، رقم الحدیث: ۳۶۳، شعب
الایمان جلد ۲ صفحہ ۲۹۴، رقم الحدیث: ۱۸۲۵، کتاب الزہد لابن مبارک جلد ۱ صفحہ ۴۰۷، رقم الحدیث: ۱۱۶۱،
تاریخ بغداد، جلد ۴ صفحہ ۳۴۶، رقم الحدیث: ۲۱۷۹، الترغیب والترھیب جلد ۱ صفحہ ۵۸، رقم الحدیث: ۱۳۹)

ترجمہ: "حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا۔ علم دو قسم کا ہے پس ایک علم دل میں ہوتا ہے اور یہ علم
نافع ہے اور ایک علم زبان پر ہوتا ہے اور یہ ابن آدم پر اللہ تعالیٰ

کی حجت ہے۔''

4. عن زید بن ارقم رضی اللہ عنہ. ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول: اللھم انی اعوذبك من علم لا ینفع و من قلب لا یخشع و من نفس لا تشبع و من دعوة لا یستجاب لھا۔

(صحیح مسلم، کتاب: الذکر والدعاء، باب: التعوذ من شر ما عمل، رقم الحدیث: ۲۷۲۲) (سنن نسائی، کتاب: الاستعاذة، باب: الاستعاذة من دعاء لا یسمع، رقم الحدیث: ۵۵۳۶) (سنن ابن ماجہ، المقدمہ، باب: الانتفاع بالعلم والعمل بہ، رقم الحدیث: ۲۵۰) (مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۲۸۳، رقم الحدیث: ۱۴۰۵۵)

ترجمہ: ''حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے: ''اے اللہ! میں اس علم سے جو نفع نہ دے، اس دل سے جو تجھ سے ڈرتا نہ ہو اس نفس سے جو سیر نہ ہو اور اس دعا سے جو قبول نہ ہو تیری پناہ مانگتا ہوں۔''

5. عن ابی ھریرة رضی اللہ عنہ. قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اشد الناس عذابا یوم القیامة عالم لم ینفعه علمه۔

(المعجم الصغیر، جلد ۱ صفحہ ۳۰۵، رقم الحدیث: ۵۰۷، شعب الایمان، جلد ۲ صفحہ ۲۸۵، رقم الحدیث: ۱۷۷۸، الترغیب والترھیب، جلد ۱ صفحہ ۷۵، رقم الحدیث: ۲۱۹)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، قیامت کے دن لوگوں میں سب سے شدید عذاب اُس عالم کو ہوگا جسے اُس کے علم نے نفع نہ دیا ہوگا۔''

6. عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ. قال: قال رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم. الخلق کلھم عیال اللہ.
واحبھم الی اللہ انفعھم لعیالہ۔

(شعب الایمان، جلد ۶ صفحہ ۴۳، رقم الحدیث: ۷۴۴۵، المعجم الکبیر للطبرانی، شرح الشفا جلد ۱ صفحہ ۳۰۲)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور اللہ کے نزدیک ان میں زیادہ محبوب وہ ہے جو اُن کو زیادہ نفع دینے والا ہے۔"

◆ ۷ عن جابر رضی اللہ عنہ. قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ۔

(صحیح مسلم، کتاب: الطب، باب: استحباب الرقیۃ من العین، رقم الحدیث: ۲۱۹۹ دار الکتاب العربی بیروت)
(مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۲۸۳، صحیح ابن حبان: ۵۳۲)

ترجمہ: "حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو تم میں سے اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکتا ہے وہ نفع پہنچائے۔"

◆ ۸ عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال حججنا مع عمر بن الخطاب فلما دخل الطواف استقبل الحجر فقال: انی اعلم انک حجر لا تضرّ ولا تنفع ولو لا انی رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبلک ما قبلتک ثم قبلہ فقال لہ علی ابن ابی طالب بلی یا امیر المومنین انہٗ یضرّ و ینفع قال: ثم قال بکتاب اللہ تبارک و تعالیٰ قال و این

ذلك من كتاب الله، قال: قال الله عوجل (وَاِذَا اَخَذَ ربك مِنْ بنی آدم مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذريتَهُمْ و أَشْهَدَهُمْ عَلَى اَنفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُو بَلَى) خلق الله آدم و مسح على ظهره فقررهم بأنه الرب انهم العبيد و اخذ عهودهم و مواثيقهم و كتب ذلك فی رقّ و كان لهذا الحجر عينان و لسان فقال له: افتح فاك قال: ففتح فاه فألقمه ذلك الرق و قال: اشهد لمن و افاك بالموافاة يوم القياة و انی اشهد لسمعت رسول الله صلی الله عليه وسلم ((يقول يُوْتی يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِالْحَجَرِ الْأَسْوَدِ وَلَهُ لِسانٌ ذَلْقٌ يَشْهَدُ لِمَنْ يَسْتَلِمُهُ بالتَّوْحِيْدِ)). فهو يا امير المومنين يضر و ينفع فقال عمر: اعوذ بالله أن أعيش فی قوم لست فيهم يا أبا حسن۔

(المستدرک للامام الحاکم، کتاب: المناسک، رقم الحدیث: ۱۷۲۵، جلد ۲ صفحہ ۱۰۹، دار المعرفہ بیروت)

ترجمہ: ”حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا۔ پس جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے طواف شروع کیا تو آپ نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور فرمایا بے شک میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نہ نقصان دیتا ہے اور نہ نفع، اور اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ لیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا، پس

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیوں نہیں اے امیر المومنین! یہ پتھر نقصان بھی دیتا ہے اور نفع بھی دیتا ہے۔ پھر فرمایا: اس کا ثبوت اللہ عزوجل کی کتاب سے ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ اس کا ثبوت اللہ عزوجل کی کتاب میں کہاں ہے؟ فرمایا: اللہ عزوجل نے فرمایا: (اور یاد کرو جب تمہارے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے اُن کی ذریت کو نکالا اور اُن کو ان کی جانوں پر گواہ کیا، کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں انہوں نے عرض کیا کیوں نہیں) اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا فرمایا۔ اور اُن کی پشت پر دست اقدس پھیرا پس اُن سے اقرار لیا کہ بے شک وہی رب ہے اور بے شک وہ بندے ہیں۔ اُن سے عہد اور پختہ میثاق لیا اور اُس کو ایک کاغذ پر تحریر فرمایا۔ اور اس حجر کی دو آنکھیں اور ایک زبان ہے۔ پس اُس کو فرمایا۔ اپنا منہ کھول تو اُس پتھر نے اپنا منہ کھولا تو وہ پرچہ اُس کے منہ میں ڈال دیا اور فرمایا تو گواہ رہ اُس کے لیے کہ جو اُس عہد کے ساتھ وفا کرے قیامت کے دن تک۔ اور بے شک میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ''حجر اسود کو قیامت کے دن لایا جائے گا، اُس کی زبان ہوگی اور ہر وہ جس نے توحید کے ساتھ استلام کیا ہوگا اُس کے حق میں گواہی دے گا۔'' پس اے امیر المومنین! یہ پتھر نقصان بھی پہنچاتا ہے اور نفع بھی۔ حضرت عمر نے فرمایا: اللہ کی پناہ کہ میں اُس قوم میں رہوں جس میں اے

ابوالحسن تم نہ ہو۔"

٩ عن عائشة رضی اللہ عنہا: ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول للمریض: "بسم اللہ، تربة ارضنا، بریقة بعضنا، یشفی سقیمنا باذن ربنا۔"

(صحیح بخاری، کتاب: الطب، باب: رقیۃ النبی ﷺ، رقم الحدیث: ۵۷۴۵، ۵۷۴۶ دار الکتاب العربی) (صحیح مسلم، کتاب: السلام، رقم الحدیث: ۲۱۹۴) (سنن ابو داؤد، کتاب: الطب، رقم الحدیث: ۳۸۹۵) (سنن ابن ماجہ، کتاب: الطب، رقم الحدیث: ۳۵۲۱) (عمل الیوم واللیلۃ، رقم الحدیث: ۳۵۲۱، مسند احمد: ۲۴۲۶۱، المستدرک: ۸۲۶۶، صحیح ابن حبان: ۲۹۷۳، مسند ابو یعلی: ۴۵۲۷، شرح السنۃ: ۱۴۱۴)

ترجمہ: "حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی مکرم ﷺ مریض کے لیے یہ کلمات فرماتے تھے۔ اللہ کے نام سے شروع، ہماری زمین کی مٹی اور ہم میں سے بعض کا لعاب (یعنی لعاب مصطفی ﷺ) اللہ کے حکم سے ہمارے مریض کو شفا دیتا ہے۔"

نجدیوں نے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پرنور سے نفع اور برکت کا انکار کیا جب کہ یہ صحیح حدیث بتاتی ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کو ایسا سراپا برکت اور مجسم خیر بنا دیا ہے کہ آپ کے لعاب اور آپ کے قدمین سے ملا مس مٹی بھی باعث شفا اور باعث نفع ہے۔ اور اس طرح کے بہت سے واقعات کتب حدیث میں وجود ہیں کہ صحابہ کرام اپنی بیماریوں میں اور مشکلات میں حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لعاب دہن کی برکت سے شفا پاتے۔ ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔

١٠ عن سهل بن سعد رضی اللہ عنہ: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: لاعطین الرایة غداً رجلا یفتح اللہ علی یدیہ قال: فبات الناس

یدوکون لیلتھم ایھم یعطاھا. فلما اصبح الناس غدوا علی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم. کلھم یرجوا ان یعطاھا. فقال: این علی ابن ابی طالب فقال: یشتکی عینیہ یا رسول اللہ قال فارسلو الیہ فاتونی بہ فلما جاء بصق فی عینیہ ودعالہ فبرا حتٰی کان لم یکن بہ وجع۔

(صحیح بخاری، کتاب: الفضائل، باب: مناقب علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ، رقم الحدیث: ۳۷۰۱، دار الکتاب العربی بیروت) (صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۲۹۴۲، ۳۰۰۹، ۳۷۰۱، ۴۲۱۰) (صحیح مسلم، کتاب: فضائل الصحابہ، باب من فضائل علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ رقم الحدیث: ۶۲۲۳ دار الکتاب العربی بیروت) (مسند احمد، جلد ۵ صفحہ ۳۳۳، صحیح ابن حبان ۶۹۳۲)

ترجمہ: ''حضرت سہل بن ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کل میں ضرور جھنڈا اس مرد کو عطا فرماؤں گا جس کے ہاتھ پر اللہ فتح عطا فرمائے گا۔ راوی کہتے ہیں پس لوگوں نے رات بڑی بے چینی میں گزاری کہ ان میں سے کس (خوش نصیب) کو جھنڈا عطا کیا جائے گا۔ پھر جب لوگوں نے صبح کی تو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام یہ امید رکھتے تھے کہ انہیں جھنڈا عطا کیا جائے گا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی، یا رسول اللہ! وہ آشوبِ چشم میں مبتلا ہیں، آپ نے فرمایا: علی کی طرف کسی کو بھیج کر میرے پاس بلواؤ، پس جب وہ حاضر ہوئے تو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا لعاب دہن ان کی

آنکھوں میں ڈالا اور ان کے لیے دعا فرمائی۔ (لعاب دہن
پڑنے کی دیر تھی) کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھیں اس طرح
درست ہوگئیں جیسے کبھی آنکھوں میں درد ہوا ہی نہیں۔''

اب اس پر حدیث ملاحظہ فرمائیں کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی تمام امت کو نفع اور فائدہ پہنچایا ہے اور وہ اس طرح کہ ایمان، اعمال صالحہ اور عبادات و ریاضات کے ذریعہ سے بندہ خاکی، قربت الٰہی، رضائے الٰہی، رحمت الٰہی، کرم الٰہی اور جنت اور دنیا و آخرت کی سعادات کا مستحق بنتا ہے۔ اور یہ ایمان، عرفان، ایقان، قرآن اور تمام اعمالِ صالحہ اور زندگی کے منشور و قوانین ہمیں حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ اور واسطہ سے ملے ہیں۔ اور حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں یہ دولت سرمدی پہنچانے کے لیے اور عذابِ الیم سے بچانے کے لیے بہت محنتیں کیں، مشقتیں برداشت فرمائیں، جہاد فرمائے، کئی مشاہد میں آپ کو زخمی کیا گیا، احد میں آپ پر تلواروں اور نیزوں اور تیروں کی بارش کی گئی، طائف کے میدان میں آپ پر پتھر برسائے گئے، بدن مبارک لہولہان ہوگیا۔ نیز آپ اپنی امت کی مغفرت اور بخشش کے لیے بے قرار رہتے۔ آہ نیم شبی میں آپ کی زبانِ اقدس پر یہ کلمات ہوتے ''اللھم اغفر لامتی'' کہ اے اللہ میری امت کی بخشش و مغفرت فرمادے۔
حیرت اور تعجب ہے کہ اگر کوئی دنیا کا معمولی سا نفع و فائدہ پہنچائے تو اس کے نفع کو تسلیم کیا جائے اور اسی ذات کے نفع کا انکار کیا جائے جن کے ذریعے سے ایمان و عرفان کی دولت سرمدی نیز رضائے الٰہی اور قربت الٰہی نیز جنت الفردوس میسر آئے اور جن کے ذریعے سے بندہ غضب الٰہی اور جہنم کی آگ سے بچے؟ اس سے بڑھ کر ناانصافی اور کیا ہوسکتی ہے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا:

اور تم پر میرے آقا کی عنایت نہ سہی
نجدیوں کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا

حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

⓫ عن ابی موسیٰ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: انما مثلی و مثل الناس کمثل رجل استوقد نارا. فلما اضاءت ما حولہ جعل الفراش و ھذہ الدواب التی تقع فی النار یقعن فیھا. فجعل ینزعھن، و یغلبنہ فیقتحمن فیھا. فانا آخذ بحجزکم عن النار. وھم یقتحمون فیھا۔

(صحیح بخاری، کتاب: الرقاق، باب: الانتہاء عن المعاصی، رقم الحدیث: ۶۴۸۳، صحیح بخاری، کتاب: احادیث الانبیاء، رقم الحدیث: ۳۴۲۶) (صحیح مسلم، کتاب: الفضائل، باب: شفقتہ ﷺ علی امتہ، رقم الحدیث: ۵۹۱۴) (سنن الترمذی، کتاب: الامثال، باب: مثل ابن آدم واجلہ واملہ، رقم الحدیث: ۲۸۷۴) (مسند احمد: ۷۵۲۳)

ترجمہ: ''حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری اور لوگوں کی مثال اُس مرد کی طرح ہے کہ جس نے آگ جلائی، پس جب اُس کا ماحول روشن ہو گیا تو پتنگے اور وہ جانور جو آگ میں گرتے ہیں اُس میں گرنے لگے تو وہ اُن کو ہٹاتا ہے کہ وہ پتنگے اس پر غالب ہو جاتے ہیں پس وہ اس میں گر پڑتے ہیں، تو میں تمہیں کمر سے پکڑ کر آگ سے نکال رہا ہوں، لیکن تم اُس میں گرنا چاہتے ہو۔''

قارئین! انصاف کریں کہ جہنم سے بچانا، نفع پہنچانا ہے یا نہیں۔ اگر یہ نفع نہیں تو پھر کچھ بھی نفع نہیں۔ سو اگر مصطفی جانِ رحمت ﷺ یہ نفع پہنچا سکتے ہیں تو یقینا

اللہ نے آپ کو نافع بنا دیا ہے۔

◆ ۱۲ حضور اقدس علیہ السلام کی نفع رسانی کے باب میں یہ حدیث بالکل واضح اور صریح ہے:

عن العباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما. قال للنبی صلی اللہ علیہ وسلم: ما اغنیت عن عمك فانه کان یحوطك و یغضب لك، قال: ھو فی ضحضاح من نار. ولو لا انا لکان فی الدرك الاسفل من النار.

(صحیح بخاری، کتاب: مناقب الانصار، باب: قصۃ ابی طالب، رقم الحدیث: ۳۸۸۳، صحیح بخاری، اطراف الحدیث: ۶۲۰۸، ۶۵۷۲) (صحیح مسلم، کتاب: الایمان باب: شفاعۃ النبی ﷺ لابی طالب، والتخفیف عنہ بسببہ، رقم الحدیث: ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۳) (مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۲، رقم الحدیث: ۱۸۰۲)

ترجمہ: ''حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ نے ابوطالب کو کچھ نفع پہنچایا ہے؟ وہ آپ کی رعایت کرتے تھے اور آپ کے لیے غضب ناک ہوتے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ (میں نے اسے نفع پہنچایا ہے) اب اس کی ایڑیاں آگ میں ہیں اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے سب سے آخری طبقہ میں ہوتا۔''

◆ ۱۳ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما: قال: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجود الناس.

(صحیح بخاری، کتاب: بدء الوحی، باب: کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ، رقم الحدیث: ۶) (صحیح مسلم،

کتاب: الفضائل، باب: کان النبی ﷺ اجود الناس بالخیر من الریح المرسلۃ، رقم الحدیث: ۶۰۰۹) (سنن النسائی، رقم الحدیث: ۲۰۹۱) (مسند احمد جلد ۱ صفحہ ۲۳۰، مصنف ابن ابی شیبہ، جلد ۹ صفحہ ۱۰۱، صحیح ابن خزیمہ، ۱۸۸۹، حلیۃ الاولیاء، جلد ۵ صفحہ ۳۶۲)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ تمام لوگوں سے بڑھ کر جود و کرم کرنے والے تھے۔

ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

اجود الناس ای لکل ما ینفعھم فی دنیاھم و اخراھم۔ (شرح الشفا جلد ۱ صفحہ ۲۵۷، دار الکتاب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: ''حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام لوگوں سے بڑھ کر جود و کرم فرمانے والے تھے یعنی ہر اُس چیز کے ساتھ جو لوگوں کو دنیا و آخرت میں نفع پہنچانے والی ہے۔''

حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعد از وصال نفع رسانی پر دلیل

حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعد از وصال نفع رسانی پر یہ حدیث دلیل ہے:

◆ **عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، قال: ان للہ ملائکۃ سیاحین یبلغون عن امتی السلام قال و قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حیاتی خیر لکم و مماتی خیر لکم تحدثون و تحدث لکم ووفاتی خیر لکم تعرض علی اعمالکم فما رایت من خیر حمدت اللہ علیہ وما رایت من شر استغفرت اللہ**

لکم. رواہ البزار ورجالہ رجال الصحیح۔

(صحیح الزوائد جلد ۹ صفحہ ۲۴، مسند البزار، رقم الحدیث: ۸۴۵، الجامع الصغیر، رقم الحدیث: ۱۷۷۳، الطبقات الکبریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۹۴، البدایہ والنہایہ جلد ۴ صفحہ ۲۵۷، الوفا ۸۶۰)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے سیاحت کرتے رہتے ہیں وہ میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں، حضرت ابن مسعود نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: میری زندگی تمہارے لیے بہتر ہے تم حدیثیں بیان کرتے ہو اور تمہارے لیے حدیث بیان کی جاتی ہے اور میری وفات تمہارے لیے بہتر ہے، تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں، پس تمہارا جو نیک عمل دیکھتا ہوں اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں اور میں جو برا عمل دیکھتا ہوں، اس پر میں تمہارے لیے استغفار کرتا ہوں۔''

اہلِ سنت کے اتفاق واجماع سے انبیاء علیہم السلام بالخصوص تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبروں میں حیات حقیقی حسی کے ساتھ زندہ ہیں، نماز پڑھتے ہیں، ان کو روزی عطا فرمائی جاتی ہے اور یہ مضمون بکثرت احادیث صحیحہ میں موجود ہے (تفصیل کے لیے راقم کی کتاب ''عقائد اہل السنۃ من الاحادیث النبویۃ'' کا مطالعہ فرمائیں) سو جب حضور اقدس علیہ السلام اپنی قبر انور میں زندہ اور بحیات ہیں تو آپ امت کے احوال و اعمال کا مشاہدہ فرماتے ہیں اچھے اعمال پر خوش ہوتے ہیں اور برے اعمال پر امت کے لیے استغفار فرماتے ہیں جس استغفار فرمانے کا امت کو یہ نفع پہنچتا ہے کہ اُن کے گناہ بخشے جاتے ہیں۔ اور گناہ بخشے جانے کی وجہ سے وہ غضب الٰہی عزوجل اور

عذابِ الٰہی عزوجل سے مامون ومحفوظ رہتے ہیں۔ یہ وہ نفع عظیم ہے جو امت کو آج بھی حضور نبی مکرم ﷺ کی طرف سے پہنچ رہا ہے۔ اور صرف یہی فائدہ نہیں بلکہ صاحبانِ مشاہدہ جانتے ہیں کہ حضور اقدس علیہ السلام اپنے امتیوں کو کس قدر جود ونوال سے نوازتے ہیں؟ اس لیے وہابیہ کا یہ عقیدہ قطعی طور پر باطل اور عظمت مصطفی ﷺ کی تنقیص ہے کہ حضور اقدس علیہ السلام کا امت کو کوئی نفع اور فائدہ نہیں۔

اس ضمن میں آخری حوالہ بعد از وصال نفع رسانی کے متعلق علامہ عبدالوہاب شعرانی کا ملاحظہ فرمائیں جو آپ نے اولیاء کی کرامات کے بیان میں لکھا ہے۔

آپ فرماتے ہیں:

و کان (محمد الشاذلی رضی الله عنه) یقول: من الاولیاء من ینفع مریده الصادق بعد موته اکثر ما ینفعه حال حیاته۔

(الطبقات الکبریٰ صفحہ ۳۸۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

ترجمہ: ''حضرت محمد الشاذلی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ بعض اولیاء ایسے ہیں جو اپنے مرید صادق کو اپنے وصال کے بعد اپنی حیات سے بھی بڑھ کر نفع پہنچاتے ہیں۔''

نیز امام شعرانی فرماتے ہیں:

قال سیدی محمد شمس الحنفی رضی الله عنه فی مرض موته من کانت له. حاجة فلیات إلی قبری و یطلب حاجته اقضها له فان ما بینی و بینکم غیر ذراع من تراب. و کل رجل یحجبه عن

اصحابہ ذراع من تراب. فلیس برجل۔

(الطبقات الکبریٰ، صفحہ ۴۱۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

ترجمہ: ''سیدی محمد شمس الدین الحنفی رضی اللہ عنہ نے اپنے مرض موت میں فرمایا کہ جس کو کوئی حاجت ہو تو وہ میری قبر کے پاس آئے اور اپنی حاجت طلب کرے تو میں اُس کی حاجت کو پورا کر دوں گا کیونکہ میرے اور تمہارے درمیان ایک ہاتھ برابر مٹی کا فاصلہ ہے۔ اور ہر وہ مرد جس سے ہاتھ برابر مٹی حجاب بن جائے وہ مردِ کامل نہیں۔''

سیدی محمد الحنفی رضی اللہ عنہ کس پائے کے ولی ہیں؟ حوالہ ملاحظہ فرمائیں:

صرفه فی الکون، و مکنه فی الاحوال، وانطقه بالمغیبات و قلب له الاعیان واظهر علی یدیه العجائب۔ (الطبقات الکبریٰ صفحہ ۴۰۶)

ترجمہ: ''اللہ رب العزت نے اُن کو کائنات میں تصرف عطا فرمایا اور احوال میں تمکن دیا اور غیب اُن سے زبان سے ظاہر فرمایا۔ اور حقیقتیں اُن کے لیے تبدیل فرمائی اور اُن کے ہاتھ پر عجائبات کو ظاہر فرمایا۔''

یہی امام عبد الوہاب شعرانی بیان فرماتے ہیں:

کان (سیدی الشیخ محمد بن احمد الفرغلی رضی الله عنه) یقول: انا من المُتصرفین فی قبورهم فمن کانت له حاجة فلیأت الی قبالة وجهی، و

یذکرھا الی اقضیھا لہ.

(الطبقات الکبریٰ، صفحہ ۴۲۸ دارالکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: ''سیدی شیخ محمد بن احمد فرغلی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ میں اُن اولیاء میں سے ہوں جو اپنی قبروں میں ہو کر بھی تصرف کرتے ہیں سو اگر کسی کو حاجت ہو تو وہ میری قبر پر چہرے کے سامنے آئے اور وہ حاجت مجھ سے ذکر کرے تو میں اُس کی حاجت کو پورا کردوں گا۔''

قارئین کرام اگر حضور نبی مکرم ﷺ کی امت کے اولیاء کی بعد از وصال نفع رسانی کا یہ عالم ہے تو وہ محبوب جن کے توسل اور جن کی اتباع سے ولایت میسر آتی ہے اُن کی نفع رسانی کا انکار کس طرح کیا جاسکتا ہے؟

❁❁❁

وہابیہ کی بے باکی کا پانچواں واقعہ

جمعہ کے دن، خطبہ میں مسجد نبوی کے خطیب نے امت میں رونما ہونے والے فتنوں کا ذکر کیا۔ جن میں ایک بہت بڑا فتنہ شرک کا ہے۔ شرک کی تعریف کرتے ہوئے اُس خطیب نے کہا کہ شرک یہ ہے کہ کوئی کسی قبر والے کو ندا کرے اور یہ سمجھ کر کرے کہ وہ میری ندا اور پکار کو سن رہا ہے تو وہ پکا مشرک ہے۔ اُس کا اشارہ اہلِ سنت کی طرف تھا۔ بس اسی حد تک اُس نے شرک کا مفہوم بیان فرمایا۔

تبصرہ

وہابیہ کے نزدیک شرک اس قدر سستا اور ارزاں ہے کہ انہوں نے امت کے سواد اعظم اور کثیر تعداد میں مسلمانوں کو مشرک اور مباح الدم قرار دیا۔ ان کا معنوی باپ یہی کہا کرتا تھا کہ حرمین شریفین کے علماء سب مشرک ہیں اور چھ سو سال سے ساری امت مشرک ہے۔ راقم الحروف ایک دن حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جائے ولادت میں بنی ہوئی لائبریری میں گیا تو وہاں ایک کتاب دیکھی جس کا نام تھا ''الشرک'' میں نے اُس کتاب کو اٹھایا تو دیکھ کر حیران رہ گیا کہ علامہ قسطلانی، علامہ عبدالحق محدث دہلوی، مولانا جامی، اور علامہ نبہانی جن کا اہل سنت بڑی تکریم کے ساتھ ذکر کرتے ہیں اور جن کو بارگاہِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری میسر تھی۔ اُن کا نام لے کر ان کو مشرک قرار دیا گیا۔ اور ان اماموں کا بزعم وہابیہ قصور یہ تھا کہ انہوں نے

مقامِ مصطفی ﷺ کو بڑی محبت وعقیدت سے بیان کیا۔ اور یہ وہابیہ کے نزدیک ناقابلِ معافی جرم ہے۔ حضور اقدس علیہ السلام نے اس فتنہ سے اپنی امت کو پیشگی مطلع فرما دیا۔ حدیث پاک میں ہے:

عن حذیفة رضی الله عنه قال، قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "ان ما اتخوف علیکم رجل قراء القرآن حتی اذا رئیت بهجته علیه، و کان ردئا للاسلام غیره إلی ما شآء الله، فانسلخ منه، و نبذه ورآء ظهره، وسعٰی علی جاره بالسیف، و رماه بالشرك" قال: قلت: یا نبی الله، ایهما اولی بالشرك المرمی ام الرامی؟ قال: "بل الرامی"

(صحیح ابن حبان، صفحہ ۱۳۵، کتاب: العلم، رقم الحدیث: ۸۱، دار المعرفہ بیروت)

ترجمہ: ''حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک مجھے تم پر سب سے زیادہ خوف اُس مرد کا ہے جو قرآن پڑھے گا یہاں تک کہ جب اُس کی چمک اُس پر ظاہر ہو جائے گی تو وہ اُس سے نکل جائے گا اور اُس کو اپنی پس پشت ڈال دے گا اور اپنے پڑوسی پر تلوار کے ساتھ چڑھائی کرے گا اور اُس پر شرک کی تہمت لگائے گا۔'' راوی کہتے ہیں میں نے عرض کی یا نبی اللہ! اُن دونوں میں سے شرک کا مستحق کون ہوگا؟ تہمت لگانے والا یا جس پر تہمت لگائی گئی؟ فرمایا: بلکہ شرک کی تہمت لگانے والا۔''

اور یہ اس لیے کہ اللہ رب العزت نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کی امت کو شرک سے محفوظ فرمالیا ہے۔ حدیث پاک میں ہے:

عن عقبة بن عامر رضی الله عنه. ان النبی صلی الله علیه وسلم. قال: انی والله ما اخاف علیکم ان تشرکوا بعدی ولکن اخاف علیکم ان تنافسوا فیها۔

(صحیح بخاری، کتاب: الجنائز، باب: الصلوۃ علی الشہید، رقم الحدیث: ۱۳۴۹، دار الکتاب العربی بیروت) (صحیح بخاری، اطراف الحدیث: ۳۵۹۶، ۴۰۴۲، ۶۴۲۶) (صحیح مسلم: ۲۲۹۶، سنن ابوداؤد: ۳۲۲۳، سنن نسائی: ۱۹۵۴، شرح مشکل الآثار: ۴۹۰۸، صحیح ابن حبان: ۳۱۹۸، المعجم الکبیر جلد ۱۷ صفحہ ۲۶۷، سنن بیہقی جلد ۴ صفحہ ۱۴، شرح السنہ: ۳۸۲۳، الاحاد والمثانی: ۲۵۸۳، مسند ابویعلی: ۱۷۴۸، مسند احمد: ۱۷۳۴۴)

ترجمہ: ”حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: خدا کی قسم! مجھے تم پر یہ خوف نہیں کہ تم میرے بعد شرک کرو گے لیکن مجھے تم پر یہ خوف ہے کہ تم دنیا میں رغبت کرو گے۔“

اور خاص اہلِ عرب کے شرک سے محفوظ ہونے کی سند میں یہ حدیث دلیل ہے:

عن جابر رضی الله عنه قال: سمعت النبی صلی الله علیه وسلم یقول: ان الشیطان قد ایس ان یعبده المصلون فی جزیرة العرب۔

(صحیح مسلم، کتاب: صفات المنافقین واحکامھم، باب: تحریش الشیطان، رقم الحدیث: ۷۱۰۳، دار الکتاب العربی بیروت) (سنن الترمذی، کتاب: البر والصلۃ، باب: ما جاء فی التباغض، رقم الحدیث: ۱۹۳۷ دار المعرفہ بیروت) (مسند احمد، جلد ۳ صفحہ ۳۱۲)

ترجمہ: ”حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں

نے نبی مکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ" بے شک شیطان
اس سے مایوس ہو چکا ہے کہ نمازی اُس کی جزیرہ عرب میں
عبادت کریں۔"

امام شرف الدین حسین بن محمد الطیبی متوفی ۷۴۳ھ فرماتے ہیں:

الشیطان ایس ان یعود (و احد من المومنین) الی
عبادۃ الاصنام. و یرتد الی شرکہ فی جزیرۃ العرب.

(شرح الطیبی علی مشکاۃ جلد ا صفحہ ۲۲۵، دار الکتب العلمیۃ)

ترجمہ:" شیطان مایوس ہو چکا ہے کہ کوئی ایک مومن بتوں کی عبادت کی
طرف لوٹ کر جائے، اور پھر جائے اپنے شرک کی طرف جزیرہ
عرب میں۔"

کہاں امت کے لیے اور بالخصوص اہلِ عرب کے لیے یہ بشارت اور کہاں نجدیوں کا سوادِ اعظم اور امت کی معظم شخصیات کو مشرک قرار دینا۔ یہاں تک کہ راقم الحروف ایک رات میں حضور اقدس علیہ السلام کی بارگاہ عالی میں حاضر ہوا اور میرے ہاتھ میں دلائل الخیرات جس کے مصنف امام ابوعبداللہ سید محمد سلیمان جزولی رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور قصیدہ بردہ شریف جس کے مصنف شیخ شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ علیہ ہیں یہ دو کتابیں تھیں۔ اور یہ دونوں کتابیں اور ان کے مصنف بارگاہِ مصطفی ﷺ میں درجہ قبولیت پر فائز ہیں اور ان کتابوں کو عرب و عجم میں ایک شہرہ آفاق پذیرائی نصیب ہوئی لیکن نجدیہ کی بے باکی دیکھی کہ ایک نجدی نے جس کی وہاں ڈیوٹی تھی، یہ دونوں کتابیں راقم الحروف سے چھین لیں اور کہنے لگا ان کتابوں میں شرک ہے۔

خیر یہ تو ضمنا بیان کیا اصل تبصرہ اُس نجدی خطیب پر ہے جس نے یہ کہا کہ

اہلِ قبور کو اس عقیدہ سے ندا کرنی کہ وہ سن رہے ہیں شرک ہے۔ دیکھئے کہ اس نجدی خطیب کا فتویٰ کس ذات اقدس پہ وارد ہے۔ حدیث ملاحظہ فرمائیں:

عن ابن عمر رضی الله عنهما قال: اطلع النبی صلی الله علیه وسلم علی اهل القلیب. فقال: وجدتم ما وعد ربکم حقا؟ فقیل له: اتدعوا مواتا؟ فقال: "ما انتم باسمع منهم. ولکن لا یجیبون. و فی روایة البخاری. قال: رسول الله صلی الله علیه وسلم. انهم الآن یسمعون ما اقول و فی روایة: نادی رسول الله صلی الله علیه وسلم وهو علی بئر بدر. فقال: یا ابا جهل بن هشام. ویا عتبة بن ربیعة. ویا شیبة بن ربیعة. و یا امیة بن خلف الا هل وجدتم ما وعد ربکم حقا؟ فقال المسلمون. یا رسول الله تنادی قوما قد جیفوا؟ فقال: "ما انتم باسمع لما اقول منهم. الا انهم لا یستطیعون ان یجیبونی۔"

(صحیح بخاری، کتاب: الجنائز، باب: ما جاء فی عذاب القبر، رقم الحدیث: ۱۳۷۰، وفی کتاب: المغازی، باب: قتل ابی جہل، رقم الحدیث: ۳۷۸۱، ۳۹۸۰، دارالکتاب العربی بیروت) (صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب: المیت یعذب ببکاء اہلہ علیہ، رقم الحدیث: ۲۱۵۴، دارالکتاب العربی بیروت) (سنن نسائی، رقم الحدیث: ۲۰۷۵، مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۱۰۴، صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: ۶۵۲۵)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ

قلیب بدر والے کفار پر مطلع ہوئے تو سرکار اقدس علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا تم نے اپنے رب کا وعدہ سچا پا لیا ہے؟ حضور اقدس علیہ السلام کی خدمت اقدس میں عرض کی گئی کہ آپ مردوں کو پکار رہے ہیں؟ فرمایا: تم اُن سے بڑھ کر سننے والے نہیں ہو۔ لیکن وہ جواب نہیں دیتے۔'' اور بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک (یہ مردے) اس وقت میری بات کو سن رہے۔'' اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بدر کے کنویں پر کھڑے ہو کر پکارا۔ اے ابوجہل بن ہشام، اے عتبہ بن ربیعہ، اے شیبہ بن ربیعہ، اے امیہ بن خلف، کیا تم نے اپنے رب کے وعدہ کو سچا پا لیا؟ مسلمانوں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! آپ مردہ قوم کو پکار رہے ہیں؟ فرمایا: تم ان سے بڑھ کر میری بات کو سننے والے نہیں ہو، لیکن وہ مجھے جواب نہیں دے سکتے۔''

قارئین کرام! اس حدیث میں صراحتہ ذکر ہے کہ حضور اقدس علیہ السلام نے اُن کفار کو پکارا اور یہ سمجھ کر پکارا کہ یہ کفار میری پکار کو سن رہے ہیں۔ کیونکہ اگر یہ اعتقاد نہ ہوتا تو خطاب اور ندا کا مقصد کیا تھا؟ نیز صراحتہ یہ جملہ "انهم الآن يسمعون ما اقول" ہمارے موقف پر دلیل واضح ہے۔ سو نجدیہ کا یہ فتویٰ کہ اہلِ قبور کو یہ سمجھ کر ندا اور پکار کرنی کہ وہ ہماری ندا اور پکار کو سن رہے، شرک ہے۔ دیکھئے کس ذات اقدس پہ نجدیوں کا یہ فتوائے شرک وارد ہوتا ہے؟

مردوں کے سننے پر تفصیلی دلائل راقم کی کتاب ''سماعت مصطفی ﷺ'' میں

ملاحظہ کیے جا سکتے ہیں۔ یہاں خوف طوالت کی وجہ سے صرف دو احادیث مزید ملاحظہ فرمائیں۔

عن انس بن مالک رضی الله عنه. قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ان العبد اذا وضع فی قبره. و تولی عنه اصحابه. و انه یسمع قرع نعالهم. الخ.

(صحیح بخاری، کتاب: الجنائز، باب: ما جاء فی عذاب القبر، رقم الحدیث: ۱۳۷۴، وفی باب: المیت یسمع خفق النعال، رقم الحدیث: ۱۳۳۸، دار الکتب العربی بیروت) (صحیح مسلم، کتاب: الجنۃ وصفۃ نعیمها، باب: عرض مقعد المیت من الجنۃ والنار، رقم الحدیث: ۲۸۷۰ دار الکتاب العربی بیروت) (سنن ابوداؤد، کتاب: الجنائز، باب: المشی بین القبور فی النعل، رقم الحدیث: ۳۲۳۱، دار السلام ریاض) (سنن نسائی، کتاب: الجنائز، باب: مسالۃ الکافر، رقم الحدیث: ۲۰۴۷ دار الفکر بیروت)

ترجمہ: ''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بندہ کو جب اُس کی قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی واپس پلٹ جاتے ہیں تو وہ مردہ اُن کے قدموں کی آہٹ کو سنتا ہے۔''

اندازہ کریں کہ میت کو خطاب کرنا تو دور کی بات ہے بعد از وصال اُس کی سماعت اتنی قوی ہے کہ قبر کی مٹی اُس کی سماعت میں حجاب اور رکاوٹ نہیں بنتی بلکہ وہ خفیف سی قدموں کی آہٹ کو بھی سماعت کر لیتی ہے۔ سو اگر قدموں کی آہٹ کو میت سماعت کر سکتی ہے تو ندا اور خطاب کو کیوں نہیں سماعت کر سکتی؟ جس پر یہ حدیث صریح دلیل ہے:

''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ جب کبھی

رسول اللہ ﷺ کی رات میرے ہاں ہوتی تو آپ رات کے آخری حصہ میں جنت البقیع کی طرف تشریف لے جاتے اور فرماتے:

السلام علیکم دار قوم مومنین و اتاکم ما توعدون غدا موجلون و انا ان شاء اللہ بکم لاحقون اللھم اغفر لاھل بقیع الفرقد۔

ترجمہ: ''سلام ہو تم پر اے قوم مومنین! جس چیز کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا وہ تمہارے پاس آ چکا ہے۔ قیامت کے دن تک تمہیں مہلت دی گئی ہے اور ہم بے شک ان شاء اللہ تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں۔ اے اللہ عزوجل! بقیع غرقد والوں کو بخش دے۔''

حافظ ابن قیم لکھتے ہیں:

ھذا خطاب لمن یعقل و یسمع ولو لا ذلک لکان ھذا الخطاب بمنزلۃ خطاب المعدوم والجماد السلف مجمعون علی ھذا و قد تواترت الأثار عنھم بان المیت یعرف زیارۃ الحی و یستبشر بہ۔ (کتاب الروح)

ترجمہ: ''یہ خطاب اُس کو ہوتا ہے جو سمجھتا اور سنتا ہو اور اگر میت خطاب کو سنتی اور سمجھتی نہ ہو تو یہ خطاب بمنزلہ معدوم اور جمادات کے ہوتا اور اسلاف کا اس پر اجماع ہے (کہ میت خطاب کو سنتی ہے) اور اُن سے تواتر کے ساتھ آثار و روایات مروی ہیں کہ میت لوگوں کی زیارت کو جانتا ہے اور اس کی وجہ سے خوش ہوتا ہے۔''

امام جلال الدین سیوطی شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

وقد شرع صلی اللہ علیہ وسلم لامتہ ان یسلموا علی اھل القبور سلاما من یخاطبون فمن یسمع و یعقل۔ (شرح الصدور)

ترجمہ: ''رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کے لیے اہلِ قبور پر سلام دینے کا جو طریقہ مسنون فرمایا وہ ایسے لوگوں کو سلام دینے والا انداز و اسلوب ہے جو کہ سنتے اور سمجھتے ہوں۔''

❁❁❁

وہابیہ کی ایک اور بے باکی

قارئین کرام! نجدیوں کی من جملہ بے باکیوں میں سے ایک بے باکی جو راقم الحروف نے مشاہدہ کی ہے وہ یہ کہ زائرین بارگاہِ مصطفوی، جب بڑی لجاجت و عاجزی اور تکریم وتوقیر کے ساتھ اپنے کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں صلوٰۃ وسلام عرض کرتے ہیں تو یہ نجدی بڑی جرأت سے اُن کے منہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پھرا کر آپ کی طرف پشت کرواتے ہیں اور وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ قبلہ کو پشت ہوتی ہے۔ حالانکہ اگر محض قبلہ کی طرف ہی منہ کروانا مقصود ہے تو کیا وجہ ہے کہ یہ لوگ عام حالات میں کعبہ کی طرف پشت کر کے پھرتے ہیں۔ راقم الحروف نے عین حرم کعبہ میں مشاہدہ کیا کہ یہ لوگ خانہ کعبہ کی طرف پشت بھی کر کے بیٹھتے ہیں اور خانہ کعبہ کی طرف پاؤں بھی پھیلا کر بیٹھتے ہیں۔ اسی طرح مواجہہ شریف میں دیوار قبلہ کے ساتھ، محراب کے قریب نجدی قبلہ کی طرف پشت کر کے بیٹھتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ انہیں کعبہ کی طرف منہ کروانا مقصود نہیں بلکہ حضور نبی مکرم ﷺ کی طرف پشت کروانا مقصود ہے جو کہ اُن کے قلبی بغض اور باطنی نفاق پر قوی دلیل ہے۔ چنانچہ قرآن وحدیث سے صراحۃً واضح ہوتا ہے کہ حضور اقدس علیہ السلام کو قصداً اور عمداً پشت کرنا منافقین کا طریقہ ہے۔ دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَاِذَا مَآ اُنۡزِلَتۡ سُوۡرَةٌ نَّظَرَ بَعۡضُهُمۡ اِلٰى بَعۡضٍ ؕ هَلۡ يَرٰٮكُمۡ مِّنۡ اَحَدٍ ثُمَّ انْصَرَفُوۡا ؕ صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوۡبَهُمۡ

بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ﴿۱۲۷﴾ (التوبۃ:۱۲۷)

ترجمہ: ''اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے ان میں ایک دوسرے کو دیکھنے لگتا ہے کہ کوئی تمہیں دیکھتا تو نہیں پھر وہ (منافقین) منہ پھیر کر چلے گئے، اللہ نے ان کے دل پھیر دیئے اس وجہ سے کہ وہ بے سمجھ قوم ہے۔''

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ فرماتے ہیں:

فانصرفوا من عند رسول الله صلى الله عليه وسلم ... الى ... (صرف الله قلوبهم). فقال: صرف الله عن الخير والتوفيق. والايمان بالله و رسوله قلوب هؤلاء المنافقين. (تفسیر الطبری جلد ۳ صفحہ ۵۲۱، دارالکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: ''پس انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اپنا چہرہ پھیرا۔ تو اللہ نے ان کے دل پھیر دیے اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ نے ان منافقین کے دلوں کو خیر، توفیق اور ایمان باللہ والرسول سے پھیر دیا۔''

ارشادِ ربانی ہے:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا﴿۶۱﴾ (النساء:۶۱)

ترجمہ: ''اور جب ان سے کہا جائے کہ اللہ کی اتاری ہوئی کتاب اور رسول کی طرف آؤ تو تم دیکھو گے کہ منافق تم سے منہ موڑ کر پھر جاتے ہیں۔''

منہ موڑنے کا لازمی نتیجہ پشت کرنا ہے۔ اور اللہ رب العزت نے یہ طریقہ منافقین کا قرار دیا۔ اس موضوع پر دو احادیث بھی ملاحظہ فرمائیں۔

عن ابی واقد الليثی: ان رسول الله صلى الله عليه وسلم بينما هو جالس فی المسجد والناس معه. اذ اقبل ثلاثة. نفر. فاقبل اثنان الى رسول الله صلى الله عليه وسلم وذهب واحد. قال فوقفا على رسول الله صلى الله عليه وسلم. فاما احدهما. فرای فرجة فی الحلقة فجلس فيها. و اما الأخر: فجلس خلفهم. و اما الثالث: فادبر ذاهبا. فلما فرغ رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: الا اخبركم عن النفر الثلاثة؟ اما احدهم فأوى الى الله فآواه الله و اما الأخر فاستحيا فاستحيا الله منه. اما الأخر فاعرض فاعرض الله عنه.

(صحیح بخاری، کتاب: العلم، باب: من قعد حیث ینتھی بہ المجلس، رقم الحدیث: ۶۶ دار الکتاب العربی بیروت) (صحیح مسلم، کتاب: السلام، باب: من اتی مجلسا فوجد فرجۃ فجلس فیھا، رقم الحدیث: ۵۶۴۵) (سنن الترمذی، کتاب: الاستئذان، باب: ۲۹، رقم الحدیث: ۲۷۲۴، دار المعرفہ بیروت) (السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۹۰۱، مسند ابویعلی: ۱۴۴۵، المعجم الکبیر: ۳۳۰۹، سنن بیہقی جلد ۳ صفحہ ۲۳۲، الاحاد والمثانی: ۹۰۱، صحیح ابن حبان: ۸۶، شرح السنۃ: ۳۳۳۲، مسند احمد: ۲۱۹۰۷)

ترجمہ: ''حضرت ابو واقد لیثی بیان کرتے ہیں کہ جس وقت رسول اللہ ﷺ مسجد میں لوگوں کے ساتھ بیٹھے ہوتے تھے، اس وقت تین شخص آئے، دو تو رسول اللہ ﷺ کی طرف بڑھ کر آ گئے، اور ایک چلا گیا، وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس کھڑے ہو

گئے، ان میں سے ایک نے حلقہ میں کشادگی دیکھی، وہ وہاں
بیٹھ گیا اور دوسرا مجلس کے پیچھے بیٹھ گیا۔ اور تیسرا پیٹھ موڑ کر چلا
گیا۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ فارغ ہو گئے تو آپ نے فرمایا:
سنو! کیا میں تمہیں ان تین آدمیوں کے متعلق خبر نہ دوں؟ ان
میں سے ایک نے اللہ کی پناہ لی تو اللہ نے اس کو پناہ دے دی
اور دوسرے نے اللہ سے حیا کی، سو اللہ بھی اس سے حیا فرمائے گا
اور تیسرے نے منہ پھیرا، سو اللہ بھی اس سے اعراض فرمائے گا۔"

حدیث میں یہ لفظ "ادبر ذاهبا" خاص طور پر توجہ کے قابل ہیں۔ نیز
اس ادبار کا نتیجہ کہ "فاعرض الله عنه" پس اللہ نے اس سے اعراض فرمایا یعنی
اپنی رحمت، اور نگاہ توجہ پھیر لی بھی خاص توجہ طلب ہیں۔ جس کا واضح نتیجہ یہ ہے کہ
جو حضور اقدس علیہ السلام کی طرف متوجہ ہو اللہ رب العزت کی رحمتیں اور توجہات بھی
اُس کی طرف متوجہ ہوتی ہیں اور جو حضور اقدس علیہ السلام سے منہ پھیرتا ہے اور آپ کی
طرف پشت کرتا ہے اللہ رب العزت بھی اپنی رحمتیں اور عنایتیں اُس سے پھیر لیتا
ہے۔ اس حوالے سے یہ حدیث خاص توجہ طلب ہے۔

"حضور اقدس علیہ السلام نے ایک خاص موقع پر بعض افراد کو حکمت
و مصلحت کے تحت بڑے عطایا سے نوازا۔ تو ذوالخویصرہ جو بنو
تمیم قبیلے سے تعلق رکھتا تھا۔ اُس نے حضور اقدس علیہ السلام کے
عدل و انصاف پر اعتراض کرتے ہوئے کہا: "اتق الله یا محمد"
یعنی اے محمد! اللہ سے ڈرو۔ حضور اقدس علیہ السلام نے فرمایا:
من یطع الله اذا عصیت، ایامننی الله علی اهل
الارض فلا تامنونی۔

ترجمہ: اگر میں نے اللہ کی نافرمانی کی تو کس نے اللہ کی اطاعت کرنی ہے؟ اللہ عزوجل تو مجھے زمین والوں پر امین جانتا ہے، اور تم مجھے امین نہیں جانتے؟

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس منافق کے قتل کی اجازت طلب کی تو حضور اقدس علیہ السلام نے منع فرمایا:

فلما ولّٰی.

ترجمہ: ''پھر جب وہ منافق پیٹھ پھیر کر گیا۔''

تو حضور اقدس علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

ان من ضئضیء ھذا او: فی عقب ھذا قوم یقرؤون القراٰن لا یجاوز حناجرھم. یمرقون من الدین مروق السھم من الرمیة. یقتلون اھل الاسلام و یدعون اھل الاوثان. لئن انا ادرکتھم لاقتلنھم قتل عاد.

(صحیح بخاری، کتاب: احادیث الانبیاء، باب: ۷، رقم الحدیث: ۳۳۴۴) (صحیح بخاری، اطراف الحدیث: ۳۶۱۰، ۳۳۵۱، ۳۶۶۷، ۵۰۵۸، ۶۱۶۳، ۶۹۳۱، ۶۹۳۳) (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۴۵۱، سنن ابوداؤد، رقم الحدیث: ۴۷۶۴، سنن نسائی، رقم الحدیث: ۲۵۷۷، ۴۱۱۲)

ترجمہ: ''بے شک اس کی نسل سے یا اس کے پیچھے ایک قوم آئے گی جو قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، دین سے اس طرح خارج ہو جائیں گے جس طرح تیر شکار سے پار ہو جاتا ہے۔ اہل اسلام کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔ اگر میں انہیں پالوں تو انہیں ضرور قوم عاد کی

طرح قتل کر دوں۔"

اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

1. حضور اقدس علیہ السلام کو پشت کرنا اُس منافق کا طریقہ ہے۔ اور نجدیہ آج تک اپنے اس معنوی باپ کے نقش قدم اور طریقہ پر بڑی سختی سے کاربند ہیں۔ جو خود بھی حضور اقدس علیہ السلام کی قبر انور کو قصداً پشت کر کے کھڑے ہوتے ہیں اور لوگوں سے پشت کرواتے ہیں۔
2. دوسری اہم بات جو معلوم ہوئی وہ یہ کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس حدیث میں خوارج کی چند علامات بیان فرمائیں۔ قرآن پڑھیں گے، مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے چنانچہ اس گروہ کا پہلا ظہور مولائے کائنات مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہوا۔ جس کا مولیٰ علی نے قلع قمع فرمایا۔ لیکن اُس کے اثرات کافی حد تک باقی رہے۔ اور اُس کا دوسرا ظہور محمد بن عبدالوہاب نجدی اور اُس کے پیروکاروں کی صورت میں ہوا۔ یہ بات راقم الحروف کی نہیں بلکہ خاتم الفقہاء، عمدۃ المحققین علامہ شامی علیہ الرحمۃ کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

هو بيان لمن خرجوا على سيدنا على رضى الله عنه
و الا فيكفى فيهم اعتقادهم كفر من خرجوا
عليه كما وقع لى زماننا فى اتباع عبدالوهاب
الذين خرجوا من نجد و تغلبوا على الحرمين و
كانوا ينتحلون مذهب الحنابلة لكنهم اعتقدوا
انهم هم المسلمون و ان من خالف اعتقادهم

مشر کون و استباحوا بذلك قتل اهل السنة و قتل علمائهم۔

(علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ ردالمحتار جلد ۳ صفحہ ۴۲۸، ۴۲۷)

ترجمہ: ''یہ ان لوگوں کی مثال ہے جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا، ورنہ ان کے خارجی ہونے کے لیے یہ بات کافی ہے کہ انہوں نے ان لوگوں کو کافر قرار دیا جن کے خلاف انہوں نے خروج کیا تھا۔ جیسا کہ ہمارے زمانہ میں محمد بن عبدالوہاب کے پیروکار جو نجد سے نکلے اور حرمین پر قابض ہو گئے اور وہ اپنے آپ کو حنبلی کہتے تھے، لیکن اُن کا اعتقاد یہ تھا کہ مسلمان صرف وہی ہیں اور جو عقائد میں ان کے مخالف ہیں، وہ مسلمان ہی نہیں، بلکہ مشرک ہیں اور اس بناء پر انہوں نے اہل سنت اور علماء اہل سنت کے قتل کو جائز رکھا۔''

اور نہ صرف یہ کہ جائز رکھا بلکہ حرمین شریفین کی سرزمین پر سینکڑوں، ہزاروں عوام وعلماء کو شہید کر کے خون کی ایک داستان رقم کی۔ یہ تو تھا اہلِ اسلام سے تعمل اور ذرا ان کا مشرکین سے بھی معاملہ دیکھیں۔

روزنامہ نوائے وقت ۱۱ مئی ۱۹۵۵ کے مطابق اس وقت کے وزیراعظم امیر فیصل نے گاندھی کی سمادھی پر پھول چڑھائے، اسی طرح روزنامہ نوائے وقت ۲ فروری ۱۹۵۷ء کی خبر کے مطابق اس وقت کے وزیر دفاع شاہ فہد نے جارج واشنگٹن کی قبر پر پھول چڑھائے۔ ستمبر ۱۹۶۵ء میں پنڈت نہرو جو ایک بدترین مشرک اور سخت دشمن اسلام تھا، اس کو سعودی عرب میں دعوت دی گئی اور اس کا ''مرحبا یارسول السلام'' کے پرجوش نعروں سے استقبال کیا اور ابھی چند سال قبل

سعودی عرب کے ملک عبداللہ کی امریکہ کے سابقہ صدر بش سے ملاقات ہوئی تو ملک عبداللہ نے بش کے ہونٹوں کو بوسہ دیا۔ یہ چند دلائل ہیں صادق و مصدوق ﷺ کی صداقت خبر پر۔ کہ وہ خوارج يقتلون اهل الاسلام و يدعون اهل الاوثان مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔ اس قوی برہان اور واضح دلیل کے بعد بھی وہابیہ کے خارجی ہونے میں کیا شک و شبہ رہ سکتا ہے؟

قبر انور کی طرف چہرہ کرنے پر تصریحات علماء

حاضری بارگاہ سرور کونین ﷺ کے آداب میں سے ہے کہ انسان اپنا چہرہ حضور اقدس علیہ السلام کی طرف کرے اور آپ سے اپنا چہرہ نہ پھیرے۔ اس پر چند تصریحات علمائے عظام ملاحظہ فرمائیں۔

عن ابی حنیفه رضی الله عنه. عن نافع عن ابن عمر رضی الله عنهما. قال: "من السنة ان تاتی قبر الرسول عليه الصلوٰة السلام من قبل. و تجعل ظهرك الى القبلة و تستقبل القبر بوجهك ثم تقول: السلام عليك ايها النبی و رحمة الله و بركاته.

(مسند ابی حنیفہ (من روایۃ ابی محمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی، صفحہ ۴۸ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: "امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت نافع رضی اللہ عنہ اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا، کہ آپ نے فرمایا: "سنت یہ ہے (یعنی صحابہ کرام کی) کہ تو حضور اقدس علیہ السلام کی قبر انور پر چہرہ اقدس کی جانب سے آ، اپنی پشت قبلہ کی طرف کر، اور اپنا چہرہ قبر انور کی طرف کر اور عرض کر۔ اے نبی! آپ

پر سلام ہوں اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکات ہوں۔"

امام قاضی عیاض متوفی ۵۴۴ھ نقل فرماتے ہیں کہ خلیفہ ابوجعفر نے امام مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا:

أأستقبل القبلة وادعو امر استقبل رسول الله صلى الله عليه وسلم وادعوا؟ فقال: لم تصرف وجهك عنه وهو وسيلتك ووسيلة ابيك آدم عليه السلام الى الله تعالىٰ يوم القيامة؛ بل استقبله واستشفع به. فيشفعه الله عزوجل.

(الشفاء، صفحہ ۲۶۵، دار ابن حزم بیروت)

ترجمہ: "کیا میں قبلہ کی طرف چہرہ کروں اور دعا مانگوں یا میں رسول اللہ ﷺ کی طرف چہرہ کروں اور دعا مانگوں؟ امام مالک نے فرمایا: تو اپنے چہرہ کو حضور اقدس علیہ السلام سے کیوں پھیرتا ہے، حالانکہ سرکار اقدس علیہ السلام تیرا وسیلہ ہیں اور تیرے باپ حضرت آدم علیہ السلام کا بھی وسیلہ ہیں۔ بلکہ تو اپنا چہرہ حضور اقدس علیہ السلام کی طرف کر اور حضور اقدس علیہ السلام سے شفاعت طلب کر، اللہ رب العزت آپ کی شفاعت کو قبول فرمائے گا۔

ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ نے اس کو مقرر رکھا۔ ملاحظہ فرمائیں۔ (شرح الشفاء جلد ۲ صفحہ ۷۳، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

امام حجۃ الاسلام محمد الغزالی علیہ الرحمۃ متوفی ۵۰۵ھ فرماتے ہیں:

ثم ياتى قبر النبى صلى الله عليه وسلم فيقف

عند وجه. و ذلك بان يستدبر القبلة و يستقبل

جدار القبر على نحو من اربعة ذراع.

(احیاء علوم الدین جلد ا صفحہ ۲۵۶، مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: ''تحیۃ المسجد ادا کرنے کے بعد قبر اقدس پر حاضر ہو، چہرہ قبر کی طرف ہو اور پشت قبلہ کی طرف اور قبلہ انور سے چار ہاتھ پیچھے کھڑا ہو۔''

امام یحییٰ بن شرف النووی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"فاذا صلى تحية المسجد اتى القبر الكريم فاستقبله واستدبر القبلة على نحو اربع اذرع من جدار القبر. (الاذکار صفحہ ۱۵۹، دار الکتاب العربی بیروت)

ترجمہ: ''تحیۃ المسجد ادا کرنے کے بعد قبر اقدس پر حاضر ہو، چہرہ قبر کی طرف اور پشت قبلہ کی طرف اور قبر انور سے چار ہاتھ پیچھے کھڑا ہو۔''

❀❀❀
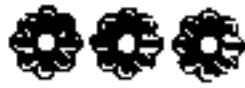
قرآن مجید کی بے حرمتی

راقم الحروف نے قرآن مجید، فرقان حمید کی جس قدر بے حرمتی، توہین، بے ادبی اور قدر پامالی حرمین شریفین میں دیکھی، ایسی توہین کسی اور جگہ نہیں دیکھی۔ ہمارے پاکستان میں کوئی جاہل سے جاہل دیہاتی بھی ہو تو وہ قرآن مجید کو زمین پر رکھنے کی جسارت نہیں کرتا، اُس کو پشت نہیں کرتا اور ہر ممکنہ طریقے سے اُس کا ادب و احترام کرتا ہے۔ اور واقعتاً ادب واحترام ہے بھی فرض، کیونکہ اللہ رب العزت کا کلام ہے۔ اور کلام کی بے ادبی متکلم کی بے ادبی شمار ہوتی ہے۔ لیکن ان نجدیہ کے دل گستاخی رسول کی وجہ سے اس قدر سخت ہیں کہ قرآن مجید کو زمین پر رکھنے میں، قدموں پر رکھنے میں، پشت پر رکھنے میں اور تکیہ بنا کر سونے میں کوئی باک اور حرج محسوس نہیں کرتے۔ حالانکہ فقہاء نے قصداً اور ارادتاً قرآن مجید کو زمین پر رکھنے کو کفر قرار دیا۔ اس لیے کہ لوگ اسی جگہ پر اپنے قدم رکھتے، پاؤں رکھتے ہیں۔ تو اگر اسی جگہ پر قرآن بھی رکھا جائے تو یہ یقیناً ادب کے منافی ہے۔ نماز کی تمام حالتوں میں سب سے زیادہ عجز و نیاز اور تذلل کی حالت، حالتِ سجدہ ہے۔ اس لیے کہ بندہ نے اپنے افضل اعضاء، پیشانی اور چہرہ کو اُس زمین پر رکھ دیا جس کو لوگ اپنے قدموں سے روندتے ہیں۔ سو اگر قرآن کو بھی زمین پہ رکھا جائے تو یقیناً اس میں قرآن مجید کی توہین و بے ادبی ہے۔ اس پر یہ حدیث دلیل ہے۔

عن ابن عباس رضی الله عنهما. قال. قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: الاوانی نهیت ان اقراء

القرآن راکعا او ساجدا۔

(صحیح مسلم، کتاب: الصلوۃ، باب: النھی عن قراءۃ القرآن فی الرکوع والسجود، رقم الحدیث: ۴۷۹، دار الکتاب العربی بیروت) (سنن ابوداؤد، کتاب: الصلاۃ، باب: الدعاء فی الرکوع والسجود، رقم الحدیث: ۸۷۶، دار السلام ریاض) (سنن نسائی، کتاب: التطبیق، باب: تعظیم الرب فی الرکوع، رقم الحدیث: ۱۰۴۱، دار الفکر بیروت) (سنن ابن ماجہ: ۳۸۹۹، سنن دارمی جلد ۱ صفحہ ۳۰۴، مسند احمد: جلد ۱ صفحہ ۲۱۹، صحیح ابن حبان: ۱۸۹۶، ۱۹۰۰)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خبردار، بے شک مجھے رکوع اور سجدہ کی حالت میں قرآن پڑھنے سے منع کر دیا گیا ہے۔''

رکوع اور سجدہ کی حالت میں قرآن پڑھنے کی ممانعت محض اس لیے ہے کہ یہ دونوں حالتیں تذلل، عاجزی اور انکساری کی حالتیں ہیں اور قرآن اللہ جل مجدہٗ کا کلام ہے جو مستحق تکریم و توقیر ہے۔ سو جب محض قرآن کی تلاوت حالت سجدہ میں ممنوع ہے تو قرآن مجید کو اس زمین پر جس پر لوگوں کے پاؤں پڑتے ہیں رکھنا کیونکر جائز و روا ہو سکتا ہے؟

❀❀❀

ایک سوال اور اس کا جواب

سوال

بعض لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ اگر یہ نجدی غلط افکار کے حامل ہیں، اور گستاخ و بے ادب ہیں تو یہ حرمین شریفین کے منتظم کیونکر ہو سکتے ہیں؟

جواب

پہلے تو یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ کسی کا حرمین شریفین میں ہونا اُس کی حقانیت اور صداقت کی دلیل نہیں۔ اگر یہی معیار حقانیت ہے تو کعبہ میں اور عین بیت اللہ میں ۳۶۰ بت سینکڑوں سال تک منصوب رہے۔ ابوجہل جیسا شقی، بدبخت اور اس امت کا فرعون اکبر خانہ کعبہ کا منتظم رہا۔ اور بڑے بڑے عمائدین و صنادید قریش جو اسلام دشمنی میں بڑے سخت تھے اس کے متولی و منتظم رہے۔ تو کیا یہاں بھی اسی معیار صداقت کو نافذ کیا جا سکتا ہے۔ اُن کفار کو بھی صحابہ کرام کے مقابلے میں یہی زعم باطل تھا کہ اگر تم سچے ہوتے تو خانہ کعبہ کی تولیت اور سقایہ کا منصب ہمارے پاس نہ ہوتا اور وہ بڑے فخر سے اپنے اس منصب کو معیار حقانیت کے طور پر پیش کرتے ہوئے کہتے: نحن اهل السقاية والحجيج۔

اللہ رب العزت نے اُن کے اس زعم باطل کی تردید اس طرح فرمائی:

اجعلتم سقاية الحاج و عمارة المسجد الحرام

کمن امن باللہ۔

سو وہ نجدی جو اگرچہ خانہ کعبہ میں امام و خطیب ہی کیوں نہ ہو جس کا سینہ عظمت مصطفی ﷺ سے تنگ پڑتا ہو، اور جو حضور اقدس علیہ السلام کو برملا بے نفع، بے فیض سمجھتا ہو اور آپ کے اختیارات و تصرفات اور علوم و معارف کا انکار کرتا ہو وہ بھلا اس کی طرح کب ہو سکتا ہے، جو محبت رسول ﷺ میں مستغرق و منہمک ہو۔ اور حضور اقدس علیہ السلام کا ذکر تعظیم و توقیر سے کرتا ہو۔ لہٰذا یہ مفروضہ ہی باطل ہے کہ جو حرمین کا امام ہو وہ خدا کی طرف سے نمائندہ ہے۔ حجاج بن یوسف مدینہ طیبہ کا گورنر تھا اس نے تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار آدمیوں کا قتل کیا، اور اس کے متعلق حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اگر دنیا کی تمام قومیں اپنے خبیث جمع کر لیں تو ہماری امت کا خبیث حجاج اُن سے سبقت لے جائے گا۔ سو کیا یہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ حجاج چونکہ مدینہ کا منتظم اور متولی تھا لہٰذا اُس کا ہر فعل درست ہے؟

نیز یہ حقیقت ذہن نشین رہے کہ حرمین شریفین میں تقریباً ۱۹۲۵ء تک اہلِ سنت کی حکومت رہی۔ جو صلوٰۃ و سلام بھی پڑھتے اور محافل میلاد کا انعقاد بھی کرتے تھے اور اُس وقت ہی کے علماء حرمین نے مجدد برحق امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کو اس امت کا مجدد قرار دیا۔ اور علماء دیوبند پر تکفیری فتوے صادر فرمائے۔ اور وہ نجدیوں سے از حد بغض و عداوت رکھتے تھے اس کی ایک جھلک ''شہاب ثاقب'' سے ملاحظہ فرمائیں۔

> ''صاحبو! محمد بن عبدالوہاب نجدی ابتداء تیرھویں صدی میں نجد عرب سے ظاہر ہوا اور چونکہ یہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا اس لیے اس نے اہل سنت والجماعت سے قتل و قتال کیا

ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھا گیا۔ ان کے قتل کرنے کو باعث ثواب و رحمت شمار کرتا رہا۔ اہلِ حرمین کو خصوصاً اہلِ حجاز کو عموماً اس نے تکالیف شاقہ پہنچائیں۔ سلف صالحین اور اتباع کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ استعمال کیے۔ بہت سے لوگوں کو بوجہ اس کی تکالیف شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا۔ اور ہزاروں آدمی اس کے اور اس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہو گئے الحاصل وہ ایک ظالم و باغی خونخوار فاسق شخص تھا۔ اسی وجہ سے اہلِ عرب کو خصوصاً اس کے اور اس کے اتباع سے دلی بغض تھا اور ہے اور اس قدر ہے کہ اتنا قوم یہود سے ہے نہ نصاریٰ سے نہ مجوس سے نہ ہنود سے۔ غرض کہ وجوہات مذکورۃ الصدور کی وجہ سے ان کو اس طائفہ سے اعلیٰ درجہ کی عداوت ہے اور بے شک جب اُس نے ایسی ایسی تکالیف دی ہیں تو ضرور ہونا بھی چاہیے وہ لوگ یہود و نصاریٰ سے اس قدر رنج و عداوت نہیں رکھتے جتنی کہ وہابیہ سے رکھتے ہیں۔'' (شہاب ثاقب از حسین احمد مدنی صفحہ ۱۸۴)

سو ۱۹۲۵ء میں آل سعود اور نجدیوں نے انگریزوں کے مکمل تعاون سے ترکوں سے اقتدار چھین کر حرمین شریفین کی تولیت و انتظام کو سنبھالا اور پھر جی بھر اپنے بغض و عناد کو ظاہر کیا تمام آثر و مشاہد اور متبرک مقامات ختم کیے۔ جنت البقیع اور جنت المعلیٰ میں موجود تمام صحابہ و اہل بیت کے مزارات کو پامال کیا۔ ہل چلوانے،

ر ایسے ایسے کرتوت کیے کہ پوری دنیائے مسلم لرزہ براندام ہوگئی۔ (اس کی مزید
تفصیل کے لیے علامہ عبدالقیوم ہزاروی کی کتاب "تاریخ نجد وحجاز" کا مطالعہ فرمائیں)
لہٰذا یہ حقیقت ذہن نشین رہنی چاہیے کہ ان نجدیوں نے اہل سنت سے جبراً
اقتدار اور زمام تولیت کو چھینا ہے۔ اور دراصل ہمیشہ حرمین شریفین میں اہل سنت ہی
کی حکومت رہی ہے۔

حرفِ آخر

یہاں تک قارئین کے سامنے اپنی بساط بھر چند حقائق اُن کے مدلل رد کے ساتھ پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور ان حقائق کے بیان میں کوئی جذبہ محض تعصب کا کارفرما نہیں بلکہ یہ وہ مشاہدات ہیں جو من وعن قارئین کے سامنے پیش کر دیئے ہیں جن کو پڑھنے کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ ان نجدیوں کے خارجی ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں رہے گا۔ اللہ تعالیٰ حق کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔
آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

خادم اہلِ سنت
عاطف رمضان سیالوی
مرکزی جامع مسجد پرانی عیدگاہ جھنگ، صدر
0301-7698701

❁❁❁